الجامع الصحیح للبخاری

کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

أمیر المؤمنین فی الحدیث

محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد
شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد

اعداد و تقدیم
پروفیسر حافظ حامد حماد

مرکز الدراسات الاسلامیۃ

Marfat.com

Marfat.com

الجامع الصحيح البخاري

کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة

امیر المؤمنین فی الحدیث
محمد بن اسمعیل البخاری رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد
شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد

اعداد و تقدیم
پروفیسر حافظ حامد حماد

ناشر
مرکز الدراسات الاسلامیة
میاں چنوں

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

©

297-19
1423491

ناشر---------مرکز الدراسات الاسلامیہ

اشاعت-------------2015ء

مطبع
مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk

Marfat.com

فہرست مضامین

* حرف آغاز 5
* تقدیم 8
* کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا بیان 15
* باب نمبر:1 ارشادِ نبوی ''میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں 22
* باب نمبر:2: رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا 25
* باب نمبر:3: کثرتِ سوالات اور بے فائدہ تکلفات انتہائی ناپسندیدہ ہیں 44
* باب نمبر:4: رسول اللہ ﷺ کی افعال کی پیروی کرنا 56
* باب نمبر:5: کسی امر میں تشدد اور سختی کرنا مکروہ ہے 58
* باب نمبر:6: اس شخص کا گناہ جو کسی بدعتی کو اپنے پاس ٹھہرائے 73
* باب نمبر:7: رائے زنی اور خواہ مخواہ قیاس کرنے کی مذمت کا بیان 75
* باب نمبر:8: نبی ﷺ نے کوئی مسئلہ اپنی رائے یا قیاس سے نہیں بتایا 81
* باب نمبر:9: رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو وہی تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھی 84
* باب نمبر:10: ارشاد نبوی ﷺ: میری امت کا ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا 86
* باب نمبر:11: ارشاد باری تعالیٰ: ''یا وہ تمھیں کئی فرقوں میں تقسیم کر دے۔'' ... 89
* باب نمبر:12: ایک معلوم امر کو دوسرے واضح امر سے تشبیہ دینا 91
* باب نمبر:13: اللہ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق قاضیوں کا اجتہاد 96
* باب نمبر:14: ''تم پہلے لوگوں کے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے'' 100
* باب نمبر:15: اس شخص کا گناہ جو کسی گمراہی کی دعوت دے 103

Marfat.com

* باب نمبر16: رسول اللہ ﷺ نے علماء کے اتفاق کی ترغیب دی 105
* باب نمبر17: ''اے نبی ﷺ! آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔'' .. 127
* باب نمبر18: ارشاد باری تعالیٰ ''انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے'' 129
* باب نمبر19: ''ہم نے اسی طرح تمھیں معتدل امت بنا دیا ہے۔'' 133
* باب نمبر20: جب کوئی کارندہ یا حاکم اجتہاد کرے اور لاعلمی میں حکمِ رسول کے خلاف کر جائے تو اس کا فیصلہ مردود ہے۔ 136
* باب نمبر21: حاکم جب اجتہاد کرے خواہ غلط ہو تو اس کے ثواب کا بیان . 138
* باب نمبر22: کیا رسول اللہ ﷺ کے احکام ہر ایک کو معلوم تھے؟ 140
* باب نمبر23: رسول اللہ ﷺ کا کسی کام پر سکوت حجت ہے رسول اللہ ﷺ کا کسی کام پر سکوت حجت ہے کسی دوسرے کا حجت نہیں ہے 145
* باب نمبر24: وہ احکام جو دلائل سے معلوم کیے جاتے ہیں 148
* باب نمبر25: اہل کتاب سے دین کے متعلق مت پوچھو.................. 158
* باب نمبر26: (احکام شرع میں) اختلاف کرنا اور جھگڑنا مکروہ ہے 164
* باب نمبر27: رسول اللہ ﷺ کی نہی تحریم کے لیے ہے 170
* باب نمبر28: مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں ... 176

Marfat.com

حرفِ آغاز

اصلِ دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء کا مقصد، ان کی اطاعت و فرمانبرداری قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

''ہم نے ہر رسول کی بعثت اس لیے کی ہے تاکہ اللہ کے حکم کے مطابق ان کی اطاعت کی جائے۔''

اس کا واضح مطلب ہے کہ رسول کو اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ پورے شرح صدر اور بصیرت کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے، ان کی بات اور ان کے عمل کو پوری دنیا پر مقدم قرار دیا جائے، ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا یہی ضابطہ ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ٧)

''اور جو کچھ تمہیں اللہ کا رسول دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے اس سے رُک جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو دو امانتیں دے کر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور ان سے تمسک کو ثبات و استقامت کی علامت قرار دیا، چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے، یہ دونوں کسی صورت میں الگ نہیں ہوں گی حتی کہ حوض کوثر پر بھی یہ دونوں میرے پاس اکٹھی ہوں گی۔''

(مستدرك حاكم، ص ٩٣، ج ١)

Marfat.com

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''سن لو، مجھے کتاب بھی دی گئی ہے اور اس کتاب کے مثل اور بھی، سن لو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے مثل اور بھی''

(مسند امام احمد، ص ۱۳۱، ج ٤)

قرآن و حدیث کے ساتھ تمسک کی یہ وصیت و تلقین صرف آپ کے اصحاب کے ساتھ خاص نہ تھی بلکہ قیامت تک آنے والے ہر فرد کے لیے ان دونوں کا قبول کرنا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾ (الانعام: ١٩)

''تا کہ اس قرآن کے ذریعے تمہیں اور جس شخص تک وہ پہنچے اسے آگاہ کروں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (سبا، ٢٨)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور خبر دار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وكان النبي يبعث الى قومه خاصة و بعثت الى الناس كافة))

(بخاری، الصلوة، ٤٣٨)

''ہر نبی کو قبل ازیں مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا لیکن مجھے تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔''

ان نصوص کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری قیامت تک کے لیے ہے کیونکہ آپ آخری پیغمبر ہیں، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''مجھے قیامت تک کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

(مسند امام احمد، ص ٥٠، ج ٢)

Marfat.com

آپ کی نبوت کا سورج تا قیامت طلوع رہے گا اور قائم رہے گا، لیکن کچھ لوگوں نے قرآن و حدیث میں تفریق کرنے کی کوشش کی جبکہ شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، تفریق کی مذمومہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ خبر واحد اگر عقل کے خلاف ہے تو اسے نہیں مانا جائے گا بشرطیکہ روایت کرنے والا صحابی غیر فقیہہ ہو۔

۲۔ قیاس کو خبر واحد پر مقدم کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ وہ حدیث بھی نا قابل عمل ہے جو ایسا حکم بیان کرے جو نص قرآن سے زائد ہو۔

۴۔ عموم قرآن کو خبر واحد کے ذریعے خاص نہیں کیا جا سکتا۔

یہ اصول وقواعد انتہائی خطرناک ہیں کیونکہ ان کے ذریعے حدیث کو رد کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، انھوں نے اپنی صحیح میں ''کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ'' قائم کر کے اس فتنے کا سد باب کیا ہے۔ آپ نے اس میں مختلف احادیث پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، والد محترم شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد حفظہ اللہ نے صحیح بخاری کی ایک گرانقدر شرح لکھی ہے، ہم اس شرح میں سے ''کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ'' کو ضروری فوائد کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کس کس انداز سے حدیث و سنت کی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔ والد گرامی کے فوائد نے اس کی اہمیت و افادیت کو نمایاں کرنے میں عظیم کردار ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو کتاب و سنت سے تمسک کی توفیق دے تاکہ ہم اس عالم رنگ و بو میں گمراہی کے تمام فتنوں سے محفوظ رہیں۔ (آمین)

بندہ ناچیز

حافظ حامد حماد

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

0321-4292470

یکم جنوری 2015ء بروز جمعرات

Marfat.com

تقدیم

اس پُرفتن دور میں مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی سخت ضرورت ہے، لیکن ایسا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عقیدہ وایمان اور مسائل واحکام میں صرف کتاب و سنت کو ہی مرکز ومحور نہ قرار دیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [1]

”جو کچھ تمہاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو، اس کے علاوہ دوسرے سر پرستوں کی پیروی نہ کرو، تھوڑے ہی تم نصیحت مانتے ہو۔“

بلاشبہ انسانی زندگی کے لیے جو قوانین اس کتاب میں مذکور ہیں، ہم مسلمانوں کو صرف انہی کا اتباع کرنا چاہیے۔ غیر مسلم قائدین سے کسی طرح کے قواعد وضوابط درآمد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کی اکثریت مسائل شرعیہ معلوم کرنے کے لیے خود ساختہ آراء وقیاسات کا سہارا لینے پر مجبور ہے، زہد ورہبانیت کے لیے ہندی اور یونانی فلسفہ کی محتاج ہے، اپنا معاشی نظام لینن اور کارل مارکس، روس اور چین سے اور سیاسی نظام کے لیے امریکی جمہوریت کو اسلام میں گھسا لائی ہے، حالانکہ انسانی زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کتاب وسنت ہی کافی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت یہی بات سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے۔ دراصل آپ کا یہ عنوان درج ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [2]

”اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔“

---

[1] الاعراف: ۳۔ [2] آل عمران: ۱۰۳۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں اللہ کی رسی سے مراد دین اسلام یا کتاب وسنت کے احکام ہیں، فقہی آراء مقصود نہیں ہیں، کتاب وسنت کو اللہ کی رسی اس لیے کہا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو تمام اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھتا ہے اور دوسری طرف اہل ایمان کو ایک دوسرے سے مربوط بناتا ہے اور کتاب وسنت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا ہونے سے اس بات کا امکان ہی نہیں رہتا کہ مسلمانوں میں اختلاف، انتشار یا عداوت پیدا ہو۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارا دستورِ حیات قرآن وسنت کی واضح شکل میں ہمیں میسر ہے، جس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازوال اور بے شمار برکتوں سے مالا مال ہے، لیکن ہمارے دشمنوں نے اس چشمۂ رشد و ہدایت سے ہمیں بدظن کرنے اور اس کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ مستشرقین نے جہاں براہِ راست قرآن کریم کے اسلوبِ بیان، ترتیب وتدوین اور تصورِ وحی وتنزیل کو ہدفِ تنقید بنایا ہے وہاں ہمارے ہاں اشتراق زدہ، روشن خیال متجددین نے آزادی تحقیق کے نام پر دین کے ایک اہم ماخذ حدیث وسنت کے متعلق شکوک وشبہات بلکہ استہزاء واستخفاف کا رویہ اپنایا ہے، حالانکہ حدیث وسنت کی تدوین اپنے دامن میں ایسا استناد، اتصال اور تسلسل لیے ہوئے ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہبی یا تاریخی لٹریچر میں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے نزدیک حدیث وسنت کی حجیت وضرورت کا انکار دراصل رسالت کا انکار بلکہ دین اسلام کے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کا منصب بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [1]

”اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ منصب رسالت کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے:

---

[1] النحل: ٤٤۔

Marfat.com

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ﴾ 1

''اور ہم نے آپ پر کتاب اس لیے نازل کی ہے تا کہ آپ اس امر کی وضاحت کر دیں جس میں انھوں نے اختلاف کر رکھا ہے۔''

ان آیات سے رسول اللہ ﷺ کے منصب کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ کی حیثیت ایک چٹھی رساں کی نہیں ہے جو ایک بند لفافہ مکتوب الیہ تک پہنچا دے بلکہ آپ کا منصب یہ ہے کہ آپ کو اپنے عمل و کردار اور قول و گفتار سے اس آئین زندگی کی وضاحت کرنا ہے کیونکہ شاہی فرمان کا مطلب مصاحبِ خاص اور محرم راز سے زیادہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قرآنی مجملات کی تفصیل، مبہمات کی تبیین، مشکلات کی تفسیر، کنایات کی تصریح اور اس کے اشارات کی توضیح فرمائی ہے۔ اپنے عمل سے احکام الٰہی کی تعمیل کا طریقہ بتایا پھر آپ نے دین اسلام کے اوامر و نواہی پر مشتمل ایک مکمل نظام زندگی تشکیل دے کر ہمارے حوالے کر دیا۔ قرآن کریم اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ان میں سے کسی کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے دنیا کی کوئی طاقت تمھیں گمراہ نہیں کر سکے گی؛ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے، یہ دونوں الگ الگ نہیں کی جا سکتیں حتی کہ حوض کوثر کی تقسیم کے وقت بھی یہ دونوں اکٹھی ہوں گی۔'' 2

جن لوگوں نے انھیں الگ کرنا چاہا ان کی نشاندہی بایں الفاظ فرمائی:

''میں تم میں سے کسی کو بایں حالت نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا اور اس کے پاس میرا امر یا نہی آئے تو وہ کہے: ہم اسے نہیں جانتے، جو ہمیں کتاب اللہ میں ملے گا ہم تو اسی کی پیروی کریں گے۔'' 3

---

1 النحل:٦٤۔ 2 مستدرك للحاكم، ص ٩، ج ١۔

3 ترمذی، العلم، ٢٦٦٣۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو بھانپ لیا تھا اور آپ نے اس کی روک تھام کے لیے یہ تدبیر بتائی:

"تمھارے پاس لوگ قرآن کریم کے سہارے شبہات لے کر آئیں گے، تم ان کا سنن واحادیث سے مقابلہ کرو کیونکہ سنت پر عمل پیرا ہونے والے ہی اللہ کی کتاب کو جانتے ہیں۔" [1]

سنت کی ضرورت واہمیت کو اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [2]

"تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں ایک بہترین نمونہ ہے۔"

اس آیت کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی قرآن کریم کی مجسم تفسیر ہے۔ اس آیت کے تناظر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ اس عملی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم کو سمجھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ یہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، جب آپ سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ قرآن ہی رسول اللہ ﷺ کا خلق تھا۔ [3]

خلق میں اقوال و افکار، اعمال و افعال اور تقریرات سب کچھ آ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول یا عمل ایسا نہ تھا جو قرآن کریم سے باہر ہو، آپ کے اس "خلق" کو عالم کے لیے نمونہ بنایا گیا ہے، اس خلق کا نام حدیث ہے اور اسی خلق کو سنت کہا جاتا ہے، اس خلق نبوی کے بغیر نہ قرآن سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں نے خلق نبوی کے بغیر قرآن فہمی کی کوشش کی ہے انھوں نے گویا اندھیرے میں تیر چلائے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ عنوان کی بایں الفاظ تشریح کی ہے:

---

[1] دارمی، ص ۴۷، ج ۱۔ [2] الاحزاب، ۲۱۔

[3] صحیح مسلم، صلوۃ المسافرین: ۷۴۶۔

Marfat.com

''لفظ اعتصام باب افتعال کا مصدر، عصمت سے ماخوذ ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو'' [1] کی تعمیل ہے۔ حبل اللہ سے مراد اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے کیونکہ اس پر عمل پیرا ہونے سے مقصود اخروی ثواب حاصل کرنا ہے جیسا کہ رسی سے مقصود کنویں سے پانی کھینچنا ہوتا ہے آخرت میں ثواب، اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت پر عمل پیرا ہوکر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کتاب سے مراد قرآن مجید جس کی محض تلاوت کرنا بھی عبادت ہے اور سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات ہیں، لغوی طور پر لفظ سنت طریقہ پر بولا جاتا ہے اور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات پر بولا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ تقریرات سے مراد ایسے کام ہیں جو آپ کی موجودگی میں کیے گئے ہوں لیکن آپ نے ان کا انکار نہ کیا ہو بلکہ خاموشی اختیار کر کے انھیں ثابت رکھا ہو۔ شارح بخاری ابن بطال نے کہا ہے کہ غلطی سے محفوظ صرف کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ ہے پھر اجماع علماء جو قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ اس کے علاوہ کوئی بھی غلطی سے محفوظ نہیں ہے۔'' [2]

مسلک محدثین کے مطابق شریعت کے اصلی مآخذ دو ہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی اپنے دین کو مکمل کر دیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [3]

''آج کے دن میں نے تمہارا دین تمھارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے بحیثیت دین، اسلام کو پسند کیا ہے۔''

---

[1] آل عمران: ۱۰۳۔ [2] فتح الباری، ص ۳۰۲، ج ۶۔
[3] المائدہ: ۳۔

Marfat.com

دین سے مراد شریعت کے تمام اصول اور احکام و ہدایات ہیں اور ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا وہ طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے لیے کتاب وسنت کافی ہیں، امام بخاری نے اسی موقف کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ عنوان قائم کیا ہے اور آپ نے اس کے متعلق ایک سوستائیس احادیث پیش کی ہیں، جن میں چھبیس معلق اور باقی موصول ہیں۔ نیز ان میں ایک سو دس مکرر اور باقی خالص ہیں۔ سات احادیث کو امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے، مرفوع احادیث کے علاوہ تقریباً سولہ کی تعداد میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی پیش کیے ہیں۔ امام بخاری نے ان احادیث پر تقریباً اٹھائیس چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں جن کا بڑی باریک بینی اور دقت نظری سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے، امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ مسلمانوں کو شرعی احکام کے سلسلہ میں سب سے پہلے واضح نصوص کی اتباع کرنی چاہیے۔ خواہ مخواہ قیاسات کی تلاش میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اگر کہیں ضرورت محسوس ہو تو مقیس علیہ واضح اور معلوم ہو پھر علتِ حکم بھی نمایاں ہو چنانچہ آپ نے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے۔

"ایک معلوم امر کو دوسرے واضح امر سے تشبیہ دینا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے۔"

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاس میں اصل اور علت کو بین اور واضح ہونا چاہیے محض ظن وتخمین پر انحصار نہ کیا جائے چنانچہ اِس کی روک تھام کے لیے یوں عنوان قائم کیا ہے:

"رائے زنی اور خواہ مخواہ قیاس کرنے کی مذمت"

امام بخاری یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کتاب وسنت میں کسی مسئلہ کے متعلق کوئی دلیل نہ مل سکے تو بھی انسان کو فضول قسم کے قیاس اور رائے زنی سے اجتناب کرتے ہوئے اشباہ ونظائر پر غور کر کے پیش آمدہ مسئلہ کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ فرضی قیاسات کو آپ نے درج ذیل آیت کے مفہوم میں داخل فرمایا:

Marfat.com

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○﴾ [1]

''اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ ایسی بات کے متعلق کان، آنکھ اور دل سب کی باز پرس ہوگی۔''

امام بخاری نے محدثین کے مسلک کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے اعمال و افعال کی پیروی کرنے پر زور دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں دو عنوان قائم کیے ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنا۔

② رسول اللہ ﷺ کے اعمال کو عمل میں لانا۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ پیش کردہ احادیث کا بغور مطالعہ کریں اور اس سلسلہ میں ہماری گزارشات کو بھی مدنظر رکھیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

تحریر

ابو محمد عبد الستار الحماد
مرکز الدراسات الاسلامیة
سلطان کالونی، میاں چنوں

۸ دسمبر ۲۰۱۴ بروز سوموار

0300-4178626

---

[1] الاسراء: ۳۶۔

Marfat.com

کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا بیان

حدیث نمبر: 7268

حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ وَغَيْرِهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ لِعُمَرَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَوْ أَنَّ عَلَيْنَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾[1] لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ يَوْمٍ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ سَمِعَ سُفْيَانُ مِنْ مِسْعَرٍ وَمِسْعَرٌ قَيْسًا وَقَيْسٌ طَارِقًا.

طارق بن شہاب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو بطور عید مناتے: ''آج کے دن میں نے تمھارا دین تمھارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے بحیثیت دین، اسلام کو پسند کیا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: میں خوب جانتا ہوں یہ آیت کریمہ کس روز نازل ہوئی، یہ آیت عرفہ کی شام اور جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ سفیان نے حضرت مسعر سے، انھوں نے قیس سے انھوں نے طارق سے مذکورہ حدیث کو سنا ہے۔

فوائد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی کے جواب میں جو ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لیے تو وہ دن عید کا ہی شمار ہوتا ہے۔ یعنی جمعہ کے دن مسلمانوں کی ہفتہ وار عید ہوتی ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً اسی دن زندہ رہے۔ واقعی اس وقت دین

---

[1] ٥/ المائدة: ٣٤۔

Marfat.com

اسلام کے اصول وارکان مکمل ہو چکے تھے اور امام بخاری کے نزدیک آیت کا مدلول یہ ہے کہ اس امت مرحومہ نے کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اس آیت کریمہ سے احسان فرمایا کہ ان کے دین کو کامل، ان پر اپنی نعمت کو پورا کرنے اور ان کے لیے دین اسلام کا انتخاب کرنے کے سبب ان سے رضامندی کا اظہار کیا ہے۔[1]

مذکورہ آیت کریمہ محرمات کے ذکر کے درمیان ایک جملہ معترضہ کے طور پر آئی ہے جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ان محرمات کا استعمال فسق اور حرام ہے اور ان اشیاء کی حرمت دینِ کامل کا ایک حصہ اور اتمام نعمت ہے، دین سے مراد شریعت کے تمام اصول اور احکام و ہدایات ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد مسلمانوں کو زندگی کے کسی بھی پہلو میں خواہ وہ معاشرتی پہلو ہو یا معاشی یا سیاسی، باہر سے کوئی بھی اصول درآمد کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، اس اعتبار سے اسلام میں موجودہ مغربی جمہوریت، اشتراکیت، کمیونزم، سوشلزم یا کسی اور ازم کو داخل کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہی صورت حال بدعات ومحدثات کی ہے اس اعتبار سے مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی جامع ہدایات عطا فرما دی ہیں جن سے دنیا کی زندگی بھی کامیاب اور خوشگوار ہو جاتی ہے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے اُخروی نجات بھی یقینی بن جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر: 7269

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ الْغَدَ حِيْنَ بَايَعَ الْمُسْلِمُوْنَ أَبَا بَكْرٍ وَاسْتَوَى عَلَى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللَّهِ تَشَهَّدَ قَبْلَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ! فَاخْتَارَ اللَّهُ لِرَسُوْلِهِ الَّذِي عِنْدَهُ عَلَى الَّذِي عِنْدَكُمْ وَهَذَا الْكِتَابُ الَّذِي هَدَى اللَّهُ بِهِ رَسُوْلَكُمْ فَخُذُوْا بِهِ تَهْتَدُوْا وَإِنَّمَا هَدَى اللَّهُ بِهِ رَسُوْلَهُ.

---

[1] عمدة القاری، ص٤٩٨، ج ١٦۔

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ خطبہ سنا جو انھوں نے وفات نبوی کے دوسرے دن پڑھا تھا، جس دن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر بیٹھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے لیے جو تمھارے پاس تھی یعنی دنیا کے بجائے وہ چیز پسند کی جو اس کے پاس ہے یعنی آخرت، یہ کتاب جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمھارے رسول مقبول ﷺ کی راہنمائی فرمائی اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو تو ہدایت یاب رہو گے اس طرح تم اسی راستے پر گامزن رہو گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بتایا تھا۔

فوائد:

ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کے اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کوئی گفتگو نہیں کرتے تھے، آپ نے فرمایا: ہم چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں زندہ رہتے اور آپ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتے لیکن اللہ کا فیصلہ برحق اگرچہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں تاہم آپ کا لایا ہوا دین زندہ جاوید ہے وہ ایک ایسا نور ہے جس سے تم روشنی حاصل کر سکتے ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی کی بدولت ہدایت کا راستہ پایا تھا۔ [1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تو گمراہ ہو جائیں گے اور قرآن کا مطلب حدیث سے کھلتا ہے تو قرآن وحدیث ہی دین کی اصل بنیاد ہیں، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے اور ان کے مطابق عمل کرے، جس شخص کا اعتقاد یا عمل قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہوگا وہ کبھی راہ نجات سے ہم کنار نہیں ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث سے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کتاب وسنت ہی دین کی اصل بنیاد ہیں۔ تمام مسلمان کو انہی کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے۔

---

[1] صحیح بخاری، الاحکام، ۷۲۱۹۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7270

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ)).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک سے لگا کر یہ دعا فرمائی "اے اللہ! اسے کتاب کا علم سکھا۔"

فوائد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بڑے خدمت گذار تھے، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لیے گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پانی وغیرہ کا اہتمام کیا، رسول اللہ ﷺ نے جب پانی دیکھا تو فرمایا کہ یہ کس نے رکھا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اہتمام کیا ہے تو آپ نے ڈھیروں دعائیں دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ! اسے دین کے متعلق فقاہت عطا فرما۔ [1] ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹایا اور دعا دی۔ اے اللہ! اسے حکمت اور دانائی کی تعلیم دے۔ [2]

امام بخاری نے "حکمت" کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے "اصابت رائے جو نبوت کے علاوہ ہو۔"

رسول اللہ ﷺ کی دعاوں کا اثر یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس امت کے بڑے عالم "حبر الامۃ" ہوئے خاص طور پر علم تفسیر میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں تھا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں "دعائیں دینے سے مقصود یہ تھا کہ کتاب وسنت کو سیکھ کر اسے مضبوطی سے تھام لیں اور اس کے مطابق عمل کریں، امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری، الوضوء، ۱۴۳۔

[2] صحیح البخاری، الفضائل: ۳۷۵۶۔

[3] عمدة القاری، ص۴۹۹، ج۱۶۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7271

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفًا: أَنَّ أَبَا الْمِنْهَالِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَرْزَةَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُغْنِيكُمْ أَوْ نَعَشَكُمْ بِالإِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ. قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ وَقَعَ هَاهُنَا يُغْنِيكُمْ وَإِنَّمَا هُوَ نَعَشَكُمْ يُنْظَرُ فِي أَصْلِ كِتَابِ الِاعْتِصَامِ.

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اسلام اور محمد ﷺ (کی تعلیم) کے ذریعے غنی اور بلند کر دیا ہے۔ امام بخاری ابوعبداللہ نے کہا کہ اس حدیث میں "یغنیکم" کے الفاظ ہیں جب کہ اصل الفاظ نعشکم ہیں۔ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے اصل کتاب "الاعتصام" دیکھی جائے۔

فوائد:

جب ابن زیاد اور مروان نے شام کا کنٹرول سنبھال لیا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اور خوارج نے بصرہ میں قبضہ کر لیا تو حضرت ابوالمنہال اپنے والد کے ہمراہ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا میں جو لوگوں سے ناراض ہوں تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں، اللہ تعالیٰ ہی مجھے اسکا اجر دے گا، عرب کے لوگو! تم جانتے ہو تمہارا پہلے کیا حال تھا کہ تم سب گمراہی میں گرفتار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعے تمھیں عزت دی اور تمھیں اُس بُری حالت سے نکالا، پھر اس دنیا نے تمھیں خراب کر دیا دیکھو، یہ شخص جو شام کا حاکم بنا بیٹھا ہے وہ دنیا کے لیے کر رہا ہے، یہ لوگ جو تمھارے سامنے ہیں یہ بھی دنیا کے لیے کرتے ہیں اور وہ جو مکہ میں ہے اللہ کی قسم! وہ بھی حصول دنیا کی خاطر قتال میں مصروف ہے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، الفتن: ۷۱۱۲۔

Marfat.com

مقصد یہ ہے کہ تم ذلیل اور محتاج تھے تمھیں کتاب وسنت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں دنیا کی عزت اور دولت ملی ہے، اس لیے اسلام کے ساتھ ہی تمسک کرنا چاہیے، بصورت دیگر ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الگ ایک کتاب الاعتصام لکھی تھی جس سے اپنی صحیح میں احادیث نقل کی ہیں۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر:7272

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهُ وَأُقِرُّ لَكَ بِذَلِكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ فِيمَا اسْتَطَعْتُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا کہ وہ اس کی بیعت کرتے ہیں نیز لکھا کہ میں حتی المقدور تیرا حکم مانوں گا اور اسے تسلیم کروں گا بشرطیکہ وہ اللہ کی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔''

فوائد:

ایک دوسری روایت میں وضاحت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کی خلافت پر لوگوں کا اتفاق ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خط لکھا تھا جو حسب ذیل مندرجات پر مشتمل تھا:

''میں اللہ کے بندے امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان کے لیے سمع واطاعت کا اقرار کرتا ہوں بشرطیکہ اس کے اوامر اللہ کی شریعت اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق ہوں، میں حتی المقدور ان پر عمل پیرا رہوں گا اور میرے بیٹے بھی اس امر کا اقرار کرتے ہیں۔''[1]

---

[1] صحيح بخاری، الاحکام: ۷۲۰۵۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خلفشار کے دوران کسی کی بیعت نہیں کرتے تھے، غالباً اسی وجہ سے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی کی بیعت نہیں کی۔ جب یزید بن معاویہ پر لوگوں کا اتفاق ہو گیا تو اس کی بیعت کر لی۔ اسی طرح جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم کا باہمی اختلاف تھا تو ان سے الگ تھلگ رہے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کی خلافت پر اتفاق رائے ہو گیا تو آپ نے ان کی بیعت کی، اس میں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی شرط ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب 1

ارشادِ نبوی ''میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں''

وضاحت:

جوامع الکلم سے مراد وہ مختصر بات جس میں معانی کا سمندر موجزن ہو، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ یہ ملکہ عطا فرمایا تھا، مقصد قرآن وحدیث کا علم ہے جو فراوانی کے ساتھ آپ کو عطا ہوا تھا۔

حدیث نمبر:7273

حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي)) قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: فَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمْ تَلْغَثُوْنَهَا أَوْ تَرْغَثُوْنَهَا أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں اور میری مدد رعب کے ذریعے کی گئی ہے۔ایک وقت میں سو رہا تھا کہ میں نے خود کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ رکھ دی گئیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو یا جمع کر رہے ہو یا اس طرح کا ملتا جلتا کوئی کلمہ ارشاد فرمایا۔

۱۲۲۳۲۸

Marfat.com

فوائد:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خزانوں کے متعلق مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں۔ تنتثلونھا (حدیث نمبر ۲۹۷۷) تنتقلونھا (حدیث نمبر ۶۹۹۸) ان تمام الفاظ کا مقصد ایک ہی ہے کہ تم ان خزانوں کو نکال کر استعمال کر رہے ہو۔ امام بخاری نے جوامع الکلم کی تشریح بایں الفاظ کی ہے کہ بہت سے امور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کتابوں میں لکھے ہوتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو امور میں جمع کر دیا ہے۔ [1]

خزانوں سے مراد وہ فتوحات ہیں جو مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملیں، بے شمار غنیمتیں، سونے چاندی اور جواہرات کے خزانے ان کے ہاتھ لگے۔

حدیث نمبر: 7274

حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ أُومِنَ أَوْ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوْتِيْتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنِّي أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جن کو کچھ نشانیاں نہ دی گئیں ہوں جن کے مطابق ان پر ایمان لایا گیا یا فرمایا کہ ان نشانیوں کے سبب لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو بڑا معجزہ دیا گیا وہ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بذریعہ وحی بھیجا ہے۔ اس بنا پر مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار تمام انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔

---

[1] فتح الباری، ص ۳۰۷، ج ۱۳۔

Marfat.com

فوائد:

قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جو تمام معجزات سے بڑا اور قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔آج قرآن کریم کو نازل ہوئے تقریباً چودہ سو سال ہو چکے ہیں لیکن کوشش کے باوجود اس طرح کی ایک آیت بھی کسی سے نہ بن سکی۔رسول اللہ ﷺ کا یہ عظیم تر معجزہ ہے۔

شارحین نے لکھا ہے کہ حدیث میں جوامع الکلم سے مراد قرآن کریم ہے۔امام بخاری کے انداز اور اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے لیکن ہمیں اس میں کچھ تامل ہے کیونکہ قرآن کریم تو جوامع الکلم ہے، اس میں کوئی شک نہیں لیکن کیا رسول اللہ ﷺ کے اقوال جوامع الکلم میں شامل نہیں ہیں؟ ہمارے رجحان کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے بعض اقوال ایسے ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے انتہائی مختصر مگر معانی کے لحاظ سے سمندر کی طرح ہیں۔مثلاً:

ا۔ من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو ردٌّ

ب۔ کل شرط لیس فی کتاب اللّٰہ فھو باطل

ج۔ واذا امر تکم بأمرٍ فأتوا منہ ماستطعتم

بہر حال جوامع الکلم قرآن مجید اور احادیث مبارکہ دونوں کو شامل ہیں، اعتصام بالکتاب والسنۃ کا تقاضا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو جوامع الکلم میں شامل کیا جائے۔واللہ اعلم

Marfat.com

باب 2

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے پروردگار! ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ [1] اس کا معنی یہ ہے کہ ہم پہلے لوگوں کی پیروی کریں اور بعد میں آنے والے ہماری اقتدا کریں۔

ابن عون نے کہا: تین باتیں ایسی ہیں جن کو میں اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے پسند کرتا ہوں، ایک تو علم حدیث ہے، مسلمانوں کو اسے ضرور سیکھنا چاہیے اور اسکے متعلق دوسروں سے دریافت کرنا چاہیے، دوسرے قرآن کریم، اسے سمجھ کر پڑھیں اور لوگوں سے اس کے مطالب ومعارف کی تحقیق کرتے رہیں، تیسرے یہ کہ مسلمانوں کا ذکر ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کریں کسی کی برائی کا ذکر نہ کریں۔

وضاحت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن آپ کے اقوال وافعال ہیں، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور آپ کی سنن کی اقتدا کریں اور جو انسان آپ کی مخالفت کرے گا وہ اللہ کے ہاں معتوب اور گمراہ ہے اور اس کے متعلق سخت وعید سنائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں یا انھیں کوئی المناک عذاب پہنچ جائے۔'' [2]

جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا وہی بعد میں آنے والے لوگوں کا امام ہوگا۔ ابن عون نے جن تین خصلتوں کا ذکر کیا ہے ان میں اعتصام بالکتاب والسنۃ کی ہی تلقین کی ہے کہ پہلے ان کو سمجھا جائے پھر ان پر عمل کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] الفرقان: ٧٤۔ [2] النور: ٦٣۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7275

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ قَالَ: جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هَذَا فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ قَالَ: لِمَ؟ قُلْتُ: لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ يُقْتَدَى بِهِمَا.

حضرت ابو وائل سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں اس مسجد (حرام) میں شیبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انھوں نے کہا جہاں تم بیٹھے ہو، وہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس بیٹھے تھے تو انھوں نے فرمایا تھا میرا ارادہ ہے کہ کعبہ میں کوئی سونا یا چاندی نہ چھوڑوں مگر اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں، میں نے ان سے عرض کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے، انھوں نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا تھا۔ انھوں نے فرمایا وہ دونوں بزرگ ایسے تھے کہ ان کی اقتدا کی جائے۔

فوائد:

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کعبہ کے اندر دروازے کے پاس کرسی پر بیٹھے تھے تو وہیں ان کے پاس ابو وائل شقیق بن سلمہ آ کر بیٹھ گئے پھر بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا تو آخر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان دونوں بزرگوں کی اقتدا کرتا ہوں۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور ترک دونوں کی پیروی ضروری ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا سونا چاندی مسلمانوں کے مصالح میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو دربان کعبہ حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حو

[1] صحیح بخاری، الحج: ۱۵۴۹۔

Marfat.com

دیا کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی مخالفت کرنے کی گنجائش نہ رہی گویا ان کے نزدیک ان بزرگوں کی اقتدا واجب تھی۔ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بیت اللہ کی دیواریں زمین بوس ہو جائیں یا ان کی ترمیم کی ضرورت پڑے تو یہ مال اس قسم کی ضروریات کے لیے خرچ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اسے مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کر دیا جائے تو معین مال اس ضرورت پر خرچ نہیں ہو سکے گا جس کے لیے اسے رکھا گیا ہے۔ اس لیے لوگوں کی ضروریات اور مصالح پر کعبہ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث نمبر: 7276

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَأَلْتُ الْأَعْمَشَ فَقَالَ: عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ((أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنْ السَّمَاءِ فِي جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ فَقَرَئُوا الْقُرْآنَ وَعَلِمُوْا مِنْ السُّنَّةِ)).

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان سے امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری اور قرآن مجید نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن مجید کا مطلب سمجھا اور سنت کا علم حاصل کیا۔

فوائد:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نزول امانت کے بعد اس کے رفع کی کیفیت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ امام بخاری نے کتاب الرقاق میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے "امانت کے اٹھائے جانے کا بیان" اس کی معلومات کے لیے حدیث نمبر ۶۴۹۷ کا مطالعہ کیا جائے۔ امانت سے مراد ایمان اور اس کے احکام ہیں اور آدمیوں سے مراد اہل ایمان ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فطرت کے اعتبار سے اہل ایمان کے دلوں میں امانت رکھ دی پھر قرآن وحدیث کے نور سے فطرتی ایمانداری مکمل ہو گئی۔ اس لیے امانت کی حفاظت میں فطرت اور شریعت دونوں جمع ہیں۔ بہر حال اس حدیث سے قرآن وسنت کی اتباع کا اشارہ ملتا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ عنوان کا بھی یہی مقصد ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7277

حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ: سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يَقُوْلُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللَّهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ﴿إِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے نیز برے کام وہ ہیں جو دین میں نئے پیدا کردہ ہوں ''جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور تم اپنے پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے ہو۔''

فوائد:

اس حدیث میں کتاب وسنت کی اہمیت اور انھیں عمل میں لانے کی ترغیب بیان کی گئی ہے جو عنوان کا مقصد ہے۔ مزید برآں بدعت کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، بدعت شرعی یہ ہے کہ کتاب وسنت میں جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اور قرون ثلاثہ کے بعد اسے دین کا حصہ بنا دیا جائے ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ دین میں اصل توقیف ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جس کسی نے ہمارے دین میں کوئی نئی راہ نکالی جو دین سے نہیں وہ مردود ہے۔'' [1]

نیز فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقہ کے مطابق نہیں تو وہ بھی مردود ہے۔'' [2]

بدعات کی دو اقسام ہیں

① اقوال واعتقاد میں بدعت: اس میں گمراہ فرقوں کے اقوال وعقائد شامل ہیں۔

② عبادت میں بدعت: اللہ تعالیٰ کی غیر مشروع طریقہ سے عبادت کرنا، اس کی چند اقسام ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، العلم، ۲٦۹۷۔

[2] صحیح مسلم، الاقضية: ۱۷۱۸۔

Marfat.com

ا۔ نفس عبادت ہی بدعت ہو جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کر لی جائے جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں جیسے عید میلاد۔

ب۔ مشروع عبادت میں اضافہ کر دیا جائے جیسے ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کرنا۔

ج۔ عبادت مشروع ہو لیکن اس کی ادائیگی کا طریقہ غیر شرعی ہو جیسے مشروع اذکار کو اجتماعی آواز سے پڑھنا۔

د۔ مشروع عبادت کو ایک وقت کے ساتھ خاص کر دیا جائے جیسے پندرھویں شب کو نماز کا اہتمام کرنا کیونکہ نماز تو مشروع ہے لیکن اسے کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

بہر حال حدیث بالا کے مطابق دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث نمبر:7279،7278

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے جب آپ نے فرمایا میں تمھارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

فوائد:

اس حدیث میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کو خطاب کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ایک مزدور کے والد اور وہ شخص جس نے اسے مزدوری پر رکھا تھا ان دونوں کو خطاب فرمایا ہے، اس مزدور نے مالک کی

Marfat.com

بیوی سے زنا کر لیا تو اس کے والد نے سو بکریاں اور ایک لونڈی فدیہ دے کر مالک سے صلح کر لی۔ جب مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمھارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا کہ بکریاں اور لونڈی تمھیں واپس ہوں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال اسے جلاوطن رہنا ہوگا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔[1]

کتاب اللہ سے مراد صرف قرآن کریم نہیں بلکہ قرآن وسنت دونوں ہیں۔ عنوان کا مدعا بھی یہی ہے کہ رسول اللہ کی ﷺ سنتوں کو عمل میں لایا جائے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کا طریقہ بیان ہوا ہے۔

حدیث نمبر:7280

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ: حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: ((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر جو انکار کرے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے گویا انکار کیا۔“

فوائد:

جو شخص قبول دعوت اور امتثالِ امر سے رُک گیا اس نے انکار کیا۔

اسلام کا انکار کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

البتہ ایمان کے بعد اگر کسی سے کوئی کوتاہی ہوگئی تو وہ اپنی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں داخل ہوگا۔

---

[1] صحیح بخاری، الصلح: ۲۶۹۵، ۲۶۹۶۔

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی، اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ایک مستند نمائندہ ہیں، اس لیے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔'' [2]

بہرحال رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور پیروی انتہائی ضروری ہے، ان کی خلاف ورزی پر سخت وعید آئی ہے۔

حدیث نمبر: 7281

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادَةَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ: حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ: حَدَّثَنَا أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ يَقُولُ: جَائَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا: إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَهُ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوْا أَوِّلُوْهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ: بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ جَابِرٍ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ

---

[1] صحیح بخاری، الاحکام، ۷۱۳۷۔ [2] النساء: ۸۰۔

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا چند فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس وقت آپ محوِ استراحت تھے، بعض فرشتوں نے کہا اس وقت آپ سو رہے ہیں، جب کہ بعض نے کہا ان کی صرف آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے پھر انھوں نے کہا کہ تمھارے اس صاحب کی ایک مثال ہے وہ مثال بیان کرو تو پھر کچھ فرشتوں نے کہا، وہ تو سو رہے ہیں جب کہ بعض نے کہا نہیں صرف آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے پھر وہ کہنے لگے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا پھر لوگوں کی دعوت کے لیے کھانا تیار کیا، اب ایک شخص کو دعوت دینے کے لیے بھیجا تو جس شخص نے اس بلانے والے کے کہنے کو قبول کیا وہ مکان میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے داعی کے بلانے کو قبول نہ کیا، نہ تو مکان میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھا سکے گا پھر انھوں نے کہا کہ اس مثال کی وضاحت کرو تا کہ وہ سمجھ لیں تو بعض کہنے لگے یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا صرف آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے پھر کہنے لگے وہ مکان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے گویا اللہ کی نافرمانی کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں اچھے کو بُرے سے الگ کرنے والے ہیں۔

قتیبہ نے اپنی سند کے ذریعے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں محمد بن عبادہ کی متابعت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔

فوائد:

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث ہی دین کے اصل الاصول ہیں۔ امام، استاد اور بزرگ کی بات کو چھوڑا جا سکتا ہے مگر قرآن و حدیث کو کسی صورت میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔ نیز اس حدیث کا آخری حصہ بڑا معنی خیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے کو بُرے سے الگ کرنے والے ہیں۔ یعنی مومن اور کافر، نیک اور بد، سعادت مند اور بد بخت کے درمیان خط امتیاز کھینچنے والے ہیں۔

Marfat.com

اس موضوع پر ہم کچھ تفصیل سے لکھنا چاہتے تھے لیکن اختصار کے پیش نظر صرف ایک ہی مثال سے اس فرق کی وضاحت پیشِ خدمت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع وسجود کی صحیح ادائیگی کے بغیر نماز پڑھتا تھا، سوال کرنے پر پتا چلا کہ وہ چالیس سال سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے فرمایا اگر تیری اس حالت پر موت آ گئی تو وہ فطرت اسلام کے خلاف ہوگی۔ [1]

کیونکہ اس کی نماز سنت کے خلاف تھی اس لیے اس کی موت کو فطرت اسلام کے خلاف قرار دیا گیا، اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سنت کے مطابق وضو کرے پھر سنت کے مطابق صرف دو رکعت ادا کرے تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [2]

سنت پر عمل کرنے کی برکت سے صرف دو رکعت ادا کرنا سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ سنت اور غیر سنت پر عمل کرنے میں یہی فرق ہے جو مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر:7282

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا فَإِنْ أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اے قراء کی جماعت! تم سیدھی راہ اختیار کرو کیونکہ تم بہت پیچھے رہ گئے ہو، اگر تم دائیں بائیں راستہ لو گے تو بہت گہری گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔

فوائد:

قراء سے مراد قرآن وسنت کو جاننے والے ہیں۔ ابتداء اسلام میں یہ اصطلاح علماء حضرات کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔

---

[1] صحیح بخاری، الأذان: ٧٩١۔ [2] صحیح بخاری، الوضوء: ١٦٠۔

Marfat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے علماء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم صراط مستقیم کی اتباع کرو، دائیں بائیں مختلف طرق کی طرف قطعاً توجہ نہ دو۔ بصورت دیگر تم صراط مستقیم سے دور چلے جاؤ گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اس پر چلتے جاؤ اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ وہ تمھیں اللہ کے راستہ سے دور کر دیں گے۔" [1]

اس حدیث میں صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی میں منحصر ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں وہ سب ضلالت اور گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

حدیث نمبر:7283

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ)).

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور جس دعوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور اس سے کہا اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح طور پر تمھیں ڈرانے

---

[1] الانعام: ۱۵۳۔

Marfat.com

والا ہوں لہٰذا تم بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کرو، اس قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مان لی اور رات کے شروع میں ہی وہاں سے نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ پر چلے گئے اس لیے نجات پا گئے، ان میں سے دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا اور اپنی ہی جگہ پر موجود رہے تو لشکر نے صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیا اور ان کو تباہ کر دیا یہ ہے مثال اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں اس کی اتباع کی اور اس شخص کی مثال بھی ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق لے کر میں آیا ہوں اسے جھوٹ قرار دیا۔

فوائد:

عریان کا مطلب برہنہ ہے۔ عرب کے ہاں یہ عادت تھی کہ کوئی شخص اگر دشمن دیکھتا اور اپنی قوم کو اس سے خبردار کرنا چاہتا تو کپڑے اتار کر انھیں سر کے اوپر سے گھماتا اور چیختا چلاتا ہوا قوم کو مطلع کرتا تا کہ لوگوں کو دور سے ہی معلوم ہو جائے کہ حالات خطرناک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے کپڑے اتار کر جھنڈے کی طرح ایک لکڑی پر لگاتا اور چلاتا ہوا بھاگتا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیروکار اور نافرمان لوگوں کو ایک مثال دے کر سمجھایا ہے، در حقیقت جو آپ کے اطاعت گزار ہیں وہی آپ کی سنتوں کی اقتدا کرنے والے ہیں۔

اسی طرح آپ نے ایک اور مثال دے کر بھی قوم کو خبردار کیا ہے کہ میری مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے آگ کو روشن کیا تو پروانے اس پر جمع ہو گئے اور آگ میں کودنے کے لیے تیار جب کہ وہ انھیں آگ سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس پر غالب آجاتے ہیں، میں بھی تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر جہنم سے دور کرتا ہوں لیکن تم لوگ اس میں گرنے کے لیے اسباب پیدا کرتے ہو۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت سے اس قدر ہمدردی ہے کہ اتنی ماں کو اپنے شیر خوار بچے سے نہیں ہوتی۔

---

[1] صحیح بخاری، الرقاق: ٦٤٨٣۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7284، 7285

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ)) فَقَالَ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ: فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ عَنِ اللَّيْثِ: عَنَاقًا وَهُوَ أَصَحُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو عرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے (ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنا چاہی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کافر لوگوں سے جنگ کروں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، لہٰذا جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے گا تو میری طرف سے اسکا مال اور اس کی جان محفوظ ہے مگر حق اسلام باقی رہے گا اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں ہر

Marfat.com

اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں تفریق کرتا ہے کیونکہ زکوۃ دینا مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انھوں نے مجھ سے ایک رسی روک لی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے اس انکار پر بھی جنگ کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے غور کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور وہ جنگ کرنے کے سلسلہ میں حق پر ہیں۔

ابن بکیر اور عبداللہ بن صالح نے لیث سے عناقا کا لفظ بیان کیا ہے جس کا معنی بکری کا بچہ ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

فوائد:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

① کچھ لوگ دین اسلام سے برگشتہ ہو کر کفر کی طرف لوٹ گئے اور شرائع اسلام کا انکار کر کے بت پرستی اختیار کر لی۔

② بعض ختم نبوت کے منکر ہو گئے اور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو بطور متنبی مان لیا۔ ان دونوں گروہوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قتال کر کے ان کا خاتمہ کر دیا، ان سے جنگ کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہمنوا تھے۔

③ ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتا تھا، ان کا موقف تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے جانشین کو زکوۃ دینا ضروری نہیں ہے، ان کے خلاف قتال کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا جس کا مذکورہ حدیث میں ذکر ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ کو نماز پر قیاس کرتے ہوئے ان کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کیا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عموم حدیث سے استدلال کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث میں آمدہ "حق اسلام" کے الفاظ سے بھی اپنے موقف کو مضبوط کیا۔ اس وضاحت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مطمئن ہو گئے، واضح رہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں تاوقتیکہ وہ شہادتین کا اقرار کرلیں، نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں، جب یہ کام کرنے لگیں تو انھوں نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کرلیا سوائے حق اسلام کے، پھران کا باطنی حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا۔[1]

یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مستحضر نہ تھی اگر یاد ہوتی تو وہ قیاس کے بجائے اسے پیش کرتے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تھی وگرنہ وہ اس کے ہوتے ہوئے حدیث کے عموم سے فائدہ نہ اٹھاتے عین ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن سے یہ فیصلہ کن حدیث مروی ہے بحث وتکرار کے وقت وہاں موجود نہ ہوں کیونکہ اگر وہاں موجود ہوتے تو اسے پیش کرکے اس نزاع کو فوراً ختم کیا جاسکتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے آخر میں عقالاً کے بجائے لفظ عناقاً صحیح تر قرار دیا ہے کیونکہ زکوۃ میں بکری کا بچہ تو دیا جاتا ہے مگر رسی زکوۃ میں نہیں دی جاتی۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر:7286

حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي هَلْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَتَسْتَأْذِنَ لِي عَلَيْهِ قَالَ: سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَاسْتَأْذَنَ لِعُيَيْنَةَ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَمَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتَّى هَمَّ بِأَنْ يَقَعَ بِهِ فَقَالَ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ

---

[1] صحيح بخاري، الايمان، ٢٥۔

Marfat.com

عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ [1] وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ فَوَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر مدینہ طیبہ آیا اور اپنے بھتیجے حضرت حر بن قیس بن حصن کے ہاں قیام کیا، حضرت حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے، قرآن کریم کے علماء خواہ بوڑھے ہوں یا جوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے، پھر عیینہ نے اپنے بھتیجے حر سے کہا اے میرے بھتیجے! تمھیں امیر المؤمنین کے ہاں اثر و رسوخ حاصل ہے، میرے لیے ان کے پاس حاضری کی اجازت لے دو، انھوں نے کہا میں آپ کے لیے اجازت مانگوں گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت حر نے عیینہ کے لیے اجازت حاصل کی، جب وہ مجلس میں داخل ہوا تو کہا اے خطاب کے بیٹے! اللہ کی قسم! تم ہمیں زیادہ عطیے نہیں دیتے ہو اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل و انصاف سے فیصلے کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بھر گئے تا آنکہ آپ نے اسے سزا دینے کا ارادہ کرلیا، اس دوران حضرت حر نے کہا، اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:
معافی کا طریقہ اختیار کرو، بھلائی کا حکم دو اور جاھلوں سے پہلو تہی کرو۔"
یہ شخص بھی نادانوں سے ہے اللہ کی قسم! جس وقت حضرت حر نے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھنڈے ہو گئے آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ اللہ کی کتاب پر فوراً عمل کرتے تھے۔

فوائد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب کے پاس وقاف تھے یعنی کتاب اللہ کے احکام پر فوراً عمل کیا کرتے تھے اور جو اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والا ہو وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی اقتدا کرتا ہے۔

---

[1] ۷/ الاعراف: ۱۹۹۔

Marfat.com

اس حدیث سے علم اور اہل علم کی قدر دانی کا پتہ چلتا ہے کہ یہ اس وقت ہوتی ہے بادشاہ اور حکمران ان سے مشاورت کریں اور انھیں اپنے ہاں جگہ دیں۔ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر بھی علماء، قراء، اور نیک سیرت، عبادت گزار بوڑھے اور نوجوان تھے۔

علم ہی ایک ایسی چیز ہے جو بوڑھوں اور جوانوں میں افضلیت پیدا کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس کے وقت کوئی دربان نہیں ہوا کرتا تھا، ان کی مجلس میں داخل ہونے کے لیے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی البتہ جب تنہا ہوتے اور آرام کا وقت ہوتا تو اس وقت آپ کے پاس جانے کے لیے اجازت لینا پڑتی تھی، اس لیے عیینہ کو تنہائی میں آپ سے ملاقات کے لیے اجازت لینا پڑی لیکن اس نے آداب واحترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آتے ہی ''اے خطاب کے بیٹے سے بات شروع کی، یہ اس کی قساوت قلبی اور اکابر کے منازل ومقامات کی عدم معرفت کا نتیجہ تھا، اگر اسے علم ہوتا تو ایسی بدتمیزی نہ کرتا اور بے ادبی کی بات منہ سے نہ نکالتا۔ حضرت حر بن قیس جو عالم تھے اگر وہ مداخلت نہ کرتے تو اسے ایسی سزا ملتی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا۔

امام بخاری نے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی اہمیت وافادیت کو ثابت کیا ہے جو اپنی جگہ نا قابل تردید حقیقت ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر: 7287

حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالنَّاسُ قِيَامٌ وَهِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْتُ آيَةٌ؟ قَالَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَأُوحِيَ

Marfat.com

إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُسْلِمُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ جَائَنَا بِالْبَيِّنَاتِ فَأَجَبْنَاهُ وَآمَنَّا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا عَلِمْنَا أَنَّكَ مُوْقِنٌ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)).

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک دفعہ جب سورج گرہن ہوا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے (کہ بے وقت نماز پڑھ رہے ہیں؟) تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور سبحان اللہ کہا میں نے کہا کوئی نشانی ہے؟ انھوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ''ہاں'' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں نے اس جگہ کھڑے نہ دیکھا ہو، یہاں تک کہ میں نے جنت اور دوزخ کا بھی مشاہدہ کیا ہے، مجھے وحی کی گئی کہ تمہارا قبروں میں امتحان ہوگا جو دجال کے فتنہ کے قریب قریب ہوگا، بہر حال مومن یا مسلمان، میں نہیں جانتی کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان میں سے کونسا لفظ کہا تھا، تو وہ (قبر میں فرشتوں کے سوال پر) کہے گا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس روشن نشانات لے کر آئے، ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ایمان لائے، اسے کہا جائے گا آرام سے سو جاؤ، ہمیں معلوم تھا کہ تم مومن ہو پھر منافق یا شک کرنے والا میں نہیں جانتی کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کونسا لفظ کہا، تو وہ کہے گا، میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا وہی میں نے بک دیا تھا۔

فوائد:

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ مومن انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے گا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، ہم نے انھیں

Marfat.com

قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے لہٰذا مومن وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو اور اس کے طریقے کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔

اس حدیث سے زندگی گزارنے کے لیے ایک منہج کی راہنمائی ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کے دلائل کے سامنے سپر انداز ہو جانا، انھیں مان لینا اور ان کے مطابق عمل کرنا ہے، یہ اہل ایمان کی علامت ہے اور اُخروی کامیابی کے لیے ایسا رویہ انتہائی ضروری ہے۔

اس کے برعکس قرآن وحدیث کے دلائل دیکھ کر لوگوں کی باتوں کو ترجیح دینا، اقوال رجال کو ماننا اور بزرگوں کی باتوں کو قابل عمل ٹھہرانا، ایک مومن کا طریقہ کار نہیں بلکہ ایسا رویہ وہ اختیار کرتا ہے جو شکوک وشبہات میں مبتلا ہو یا کفر ونفاق میں ڈوبا ہوا ہو، بہر حال ہمیں اس حدیث میں بیان کردہ منہج کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے اور منافق یا مرتاب کے طریق کار کو خیر باد کہہ دینا چاہیے، اسی میں ہماری نجات اور اُخروی کامیابی مضمر ہے۔ اللہ اسے اختیار کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

حدیث نمبر: 7288

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو۔ (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء کرام سے اختلاف کرنے کے سبب ہلاک ہوئے لہٰذا جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو رک جاؤ اور جب میں تمھیں کسی چیز کی بجا آوری کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اسے بجا لاؤ۔

Marfat.com

فوائد:

اس حدیث کی عنوان کے مطابق اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس چیز سے منع کریں، اس سے وہی شخص اجتناب کرے گا جو رسول اللہ ﷺ کی اداؤں اور سنتوں کو اختیار کرنے والا ہوگا اور جس چیز کے بجالانے کا آپ حکم دیں اس پر بھی وہی شخص عمل پیرا ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والا ہوگا۔

بلاشبہ یہ حدیث جوامع الکلم اور قواعد اسلام پر مشتمل ہے۔

بلاضرورت سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار ہوں۔'' [1]

یعنی ایسے سوالات رسول اللہ ﷺ سے نہ کیا کرو جن میں تمھارا نہ کوئی دینی فائدہ ہو اور نہ ہی کوئی دنیوی مفاد وابستہ ہو کیونکہ خواہ مخواہ سوالات کرنے سے انسان کو نقصان ہی ہوتا ہے یا اس پر کوئی پابندی عائد ہو جاتی ہے، اس سلسلہ میں بنی اسرائیل کی واضح مثال ہے جب انھیں گائے کے ذبح کا حکم دیا گیا تو انھوں نے بلا وجہ سوالات کر کے اپنے آپ پر پابندیاں لگا لیں۔ چنانچہ اگلے عنوان میں اس کی مزید وضاحت آئے گی، باذن اللہ۔

---

[1] المائدہ: ۱۰۱۔

Marfat.com

باب 3

کثرتِ سوالات اور بے فائدہ تکلفات انتہائی ناپسندیدہ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر وہ بیان کر دی جائیں تو تمھیں بُری لگیں۔'' [1]

وضاحت:

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ''اگر مگر'' کے ذریعے بال کی کھال اتارنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے جب تک کوئی حادثہ پیش نہ آجائے خواہ مخواہ فرضی سوالات کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے، ایسا کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

حدیث نمبر:7289

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِءُ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْئٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ)).

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جو حرام نہ تھی مگر وہ اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔

فوائد:

مکلف انسان پر جو فرض عین ہے، اس کے متعلق ضرور پوچھنا چاہیے اور اس سے زائد سوالات کرنے کے متعلق لوگوں کی دو اقسام ہیں۔

---

[1] المائدہ: ۱۰۱۔

Marfat.com

(i) ایک یہ کہ وہ اپنے اندر بصیرت اور سمجھ بوجھ رکھتا ہے تو ایسے انسان کو سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ معلومات کے اضافہ کے لیے سوال کرے تاکہ اس کی علمی بصیرت میں اضافہ ہو۔

(ii) دوسرا وہ شخص جس میں فہم وبصیرت کی استعداد نہیں اسے چاہیے کہ خواہ مخواہ سوالات کے چکر میں نہ پڑے بلکہ اپنے اوقات اللہ کی عبادت میں گزارے نیز یہ خیال نہ کیا جائے کہ اس کا سوال کرنا تحریم کی علت بنا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ تحریم پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے مگر جب اس کی حرمت کا حکم سوال کے بعد اترا تو گویا سوال ہی اس کی حرمت کا باعث ہوا۔ واضح رہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اگر تمھیں علم نہ ہو تو اہل علم سے سوال کرو۔'' [1]

یہ آیت مذکور حدیث کے منافی نہیں کیونکہ مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک حکم ثابت ہی نہیں تو اس کے متعلق سوالات کرنا منع ہیں اور آیت کریمہ میں ثابت شدہ حکم کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہے وہ واجب ہے یا مستحب وغیرہ لیکن غیر ثابت شدہ حکم کی حلت وحرمت کے بارے میں سوال کرنا حدیث کی رو سے منع ہے۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر:7290

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ: سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ يُحَدِّثُ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْهَا لَيَالِيَ حَتَّى اجْتَمَعَ إِلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهُ لَيْلَةً فَظَنُّوْا أَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((مَا زَالَ بِكُمْ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتَّى خَشِيْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ)).

---

[1] النحل، ۴۳۔

Marfat.com

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے ایک حجرہ سا بنایا، اس میں چند راتیں آپ نے نماز پڑھی تا آنکہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے لگے، ایک رات انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ سنی تو انھوں نے گمان کیا کہ آپ سو گئے ہیں، اس لیے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانسنا شروع کر دیا تاکہ آپ باہر تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا میں تم لوگوں کے کام سے واقف تھا لیکن اس ڈر سے باہر نہیں آیا مبادا تم پر یہ (نماز تراویح) فرض ہو جائے پھر تم اسے قائم نہ رکھ سکو گے۔ اے لوگو! یہ نماز تم اپنے گھروں میں پڑھا کرو کیونکہ فرض نماز کے سوا انسان کی سب سے افضل نماز اس کے گھر میں ہے۔

فوائد:

مذکورہ واقعہ رمضان المبارک میں نماز تراویح سے متعلق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک جگہ چٹائی کا حجرہ بنایا تاکہ اس میں نماز پڑھیں اور لوگ آپ کو نہ دیکھیں، لیکن لوگوں نے آپ کی اقتدا میں تین دن تک نماز تراویح ادا کی چونکہ نزول وحی کا زمانہ تھا اور اسکے فرض ہونے کا اندیشہ تھا، اس لیے آپ نے اس کے بعد جماعت کا اہتمام ترک کر دیا۔

جب آپ کی وفات کے بعد یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کی جماعت کا اہتمام مسجد میں کر دیا۔ اس حدیث کا عنوان سے تعلق اس طرح ہے کہ لوگوں کو مسجد میں نماز تراویح ادا کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا لیکن انھوں نے از خود اپنے آپ پر یہ پابندی عائد کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت کرتے ہوئے انھیں اس سے باز رکھا۔ معلوم ہوا کہ سنت کی پیروی میں ہی نجات اور عزت ہے، خلاف سنت عبادت کے علاوہ سختی اٹھانا اور شرطیں لگانا عمدہ بات نہیں ہے۔

واضح رہے کہ فرض نماز کے علاوہ نماز عید اور نماز گرہن وغیرہ مسجد میں ادا کی جاتی ہیں کیونکہ یہ نماز شعائر اسلام سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان کا حکم نماز فرض جیسا ہے۔ اسی طرح تحیۃ المسجد اور طواف کی دو رکعت بھی مسجد میں پڑھی جاتی ہیں تو یہ خارجی دلائل کی بنا پر حدیث میں مذکور عام حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7291

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ غَضِبَ وَقَالَ: ((سَلُونِي)) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُذَافَةُ)) ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ: ((أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ)) فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ: إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا جنھیں آپ نے پسند نہ فرمایا، جب لوگوں نے بہت زیادہ سوالات کرنا شروع کر دیے تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو، چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے، پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے سوال کیا میرے والد کون ہیں؟ آپ نے فرمایا تمھارے والد شیبہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار محسوس کیے تو عرض کیا کہ ہم اللہ کے حضور (آپ کو غصہ دلانے سے) توبہ کرتے ہیں۔

فوائد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت مسجد میں تشریف لائے، نماز سے فراغت کے بعد منبر پر چڑھے اور قیامت کا ذکر فرمایا پھر آپ نے سوالات کرنے کی اجازت دی تو لوگوں نے بے فائدہ قسم کے سوالات شروع کر دیے۔ مثلاً میری گم شدہ اونٹنی کہاں ہے؟ قیامت کب آئے گی؟ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ کیا صنعا پہاڑی سونا بن سکتی ہے؟ میرا باپ کون ہے؟ میرا انجام کیا ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ کے بلا مقصد سوالات پر غصہ آیا چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزاج شناس رسالت تھے، اس لیے انھوں نے معذرت کی اور

Marfat.com

عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے درگذر فرمائیں، یہاں تک رسول اللہ ﷺ راضی ہو گئے۔ (1)

ایک روایت میں ہے کہ جب عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بتایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے وہ اپنے گھر آیا اور اپنی ماں سے اس کا ذکر کیا تو اس کی ماں اسے کہنے لگی، تجھے معلوم ہے کہ ہم نے دورِ جاہلیت گذارا ہے شاید تو میری رسوائی کا باعث بن جاتا، اس نے جواب دیا کہ میں اپنے باپ کے متعلق جاننا چاہتا تھا خواہ وہ کوئی ہوتا، اس قسم کے سوالات پر پابندی لگانا ضروری تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (2)

"ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق مت سوال کرو اگر انھیں ظاہر کر دیا جائے تو تمھیں ناگوار گذرے۔" (3)

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور کہا ہم اس قسم کے فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

حدیث نمبر:7292

حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ: اكْتُبْ إِلَيَّ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكَتَبَ إِلَيْهِ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ)) وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدِ الْبَنَاتِ وَمَنْعٍ وَهَاتِ.

---

(1) فتح الباری، ص ۳۳۱، ج ۱۳۔ (2) المائدہ: ۱۰۱۔

(3) فتح الباری، ۵۶، ج ۱۳۔

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے جو سنا ہے وہ مجھے لکھ بھیجیں تو انھوں نے آپ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد کہتے تھے ''اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے بادشاہی اور تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اے اللہ! جس کو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بزرگ کو اس کی بزرگی تیرے مقابلہ میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ نیز لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل وقال، کثرتِ سوال، مال کے ضیاع، ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے سے منع فرماتے تھے اور اپنا حق محفوظ رکھنے، دوسروں کا حق روکنے سے بھی روکتے تھے۔

فوائد:

حضرت وّراد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، ان کا بیان ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد کے ساتھ گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو بکثرت یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے۔[1]

اس حدیث میں کثرتِ سوال کی ممانعت ہے کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ سوالات کرنے کے عادی ہوتے ہیں، ان کا مقصد عملی زندگی سنوارنا نہیں بلکہ اپنی شیخی بگھارنا ہوتا ہے، کچھ لوگ بال کی کھال اتارنے کے خوگر ہوتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہے، بامقصد سوالات کرنے کی ممانعت نہیں کیونکہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ اگر تمھیں علم نہیں تو اہل علم سے سوال کرو۔[2]

حدیث نمبر:7293

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ۔

---

[1] صحيح بخاری، القدر: ٦٦١٥۔ [2] النحل: ٤٣۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ''ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

فوائد:

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے، انھوں نے جو قمیص پہن رکھی تھی اس کی پشت پر چار پیوند لگے ہوئے تھے، اس دوران انھوں نے یہ آیت پڑھی ''وفاکھة و ابّاً'' پھر فرمایا، فاکہہ تو ہم جانتے ہیں لیکن ابّا کیا چیز ہے؟ پھر فرمایا ہم کو تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر! یہی تو تکلف ہے، اگر تجھے معلوم نہ ہوا کہ ابّا کیا چیز ہے؟ تو اس میں تیرا کیا نقصان ہے؟ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس لفظ کی تفسیر کی کہ اس کا معنی حیوانات کا چارا ہے، ان تفسیری نکات کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔

نوٹ:

امام بخاری کا اس سے مقصد یہ ہے کہ صحابی کا قول ''اُمرنا اور نُھینا'' مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اگرچہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہو، اس لیے آپ نے اس حدیث میں ''نھینا عن التکلف'' پر اکتفا کیا اور باقی واقعہ حذف کر دیا ہے۔ [2]
مقصد یہ ہے کہ بے فائدہ تکلفات کی شرعاً اجازت نہیں جیسا کہ امام بخاری نے اس کے متعلق عنوان قائم کیا ہے۔

حدیث نمبر: 7294

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي

---

[1] فتح الباری، ۳۳۲، ج ۱۲۔ [2] فتح الباری، ص ۳۳۳، ج ۱۳۔

Marfat.com

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا أُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ عَنْهُ فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا)) قَالَ أَنَسٌ: فَأَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ وَأَكْثَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَقُوْلَ: ((سَلُوْنِي)) فَقَالَ أَنَسٌ: فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُوْلَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((النَّارُ)) فَقَامَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((أَبُوْكَ حُذَافَةُ)) قَالَ: ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُوْلَ: ((سَلُوْنِي سَلُوْنِي)) فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِيْنَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم رَسُوْلًا قَالَ: فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِيْنَ قَالَ: عُمَرُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِي عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ وَأَنَا أُصَلِّي فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ)).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن زوال آفتاب کے بعد باہر تشریف لائے ظہر کی نماز ادا کی اور سلام پھیرنے کے بعد آپ منبر پر کھڑے ہوئے تو قیامت کا ذکر کیا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے پھر فرمایا تم میں سے جو شخص کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہو تو اسے اجازت ہے اللہ کی قسم! آج مجھ سے جو سوال بھی کرو گے میں اس کا جواب دوں گا جب تک میں اس جگہ پر ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ بہت زیادہ رونے لگے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے تھے کہ مجھ سے پوچھو، چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے، پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا تمھارے والد حذافہ ہیں، پھر آپ مسلسل یہی کہتے رہے کہ مجھ سے سوال کرو، مجھ سے پوچھو آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے رب ہونے کی حیثیت سے راضی ہیں، اسلام سے دین ہونے کے اعتبار سے خوش ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول ہونے کی حیثیت سے خوش ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پھر فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرے سامنے ابھی ابھی اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ دونوں پیش کی گئیں جب کہ میں نماز پڑھ رہا تھا میں نے آج کی طرح خیر وشر کو کبھی نہیں دیکھا۔

حدیث نمبر: 7295

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيمِ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ أَنَسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَنْ أَبِي قَالَ: ((أَبُوْكَ فُلَانٌ)) وَنَزَلَتْ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ﴾ الْآيَةَ.[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی: ”اے ایمان والو! ایسی اشیاء کے متعلق مت سوال کرو اگر انھیں ظاہر کر دیا جائے تو تمھیں برا لگے۔“

فوائد:

امام بخاری نے اس عنوان کے تحت جو احادیث پیش کی ہیں ان کے پیش نظر تین مقاصد ہیں۔

① کثرتِ سوالات کی ممانعت بیان کرنا۔

② لایعنی اور بے فائدہ تکلفات سے اجتناب کرنا۔

③ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۰۱ کا پس منظر بیان کرنا۔

---

[1] ٥/ المائدة: ١٠١۔

Marfat.com

ان دونوں احادیث میں آیت کریمہ کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے ٹھکانے کے متعلق سوال کیا تھا وہ منافقین میں سے تھا، چونکہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت سے پہلے ہولناک واقعات کے رونما ہونے کا ذکر کیا تھا، اس لیے انصار پر گریہ طاری ہوا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سوال کو بھی اچھا خیال نہیں کیا گیا کیونکہ اللہ نہ کرے اگر کسی کا باپ صحیح نہ ہو اور سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ اس حقیقت کو ظاہر کر دیں تو سوال کرنے والے کی کس قدر رسوائی ہوتی، اس لیے بے جا قسم کے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ غیب دان نہیں تھے بلکہ اللہ کی طرف وحی کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے، دعوی غیب دانی کی نفی خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ [1]

حدیث نمبر:7296

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ((لَنْ يَبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَائَلُوْنَ حَتَّى يَقُوْلُوْا هَذَا اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْئٍ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ؟)).

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ برابر سوالات کرتے رہیں گے حتی کہ یہ بھی کہہ دیں گے یہ اللہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

فوائد:

بے جا تکلفات اور کثرتِ سوالات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ایسے سوالات پر دلیر ہو جاتا ہے جن سے اس کا ایمان تباہ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا غیر مخلوق ہونا ایک بدیہی امر ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا تعنت ہے ایک حدیث میں ہے کہ انسان جب اس حد تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اس خیال سے خود کو دور کر لے۔ [2]

---

[1] الانعام: ٥٠۔ [2] بخاری، حدیث نمبر ٣٢٧٦۔

Marfat.com

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایسے شیطانی وسوسے کے وقت انسان کو چاہیے کہ اعوذ باللہ پڑھتا ہوا اپنی بائیں جانب تھوک دے اور امنت باللّٰه ورسوله پڑھے نسائی کی روایت میں ہے کہ اس وقت "اللّٰه احد اللّٰه الصمد" پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ تینوں صفات انسان کو متنبہ کرتی ہیں کہ "اللہ تعالیٰ مخلوق نہیں ہے۔" [1]

حدیث نمبر: 7297

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَرْثٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيْبٍ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَسْأَلُوْهُ لَا يُسْمِعُكُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقَامُوا إِلَيْهِ فَقَالُوْا يَا أَبَا الْقَاسِمِ حَدِّثْنَا عَنِ الرُّوْحِ فَقَامَ سَاعَةً يَنْظُرُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُوْحَى إِلَيْهِ فَتَأَخَّرْتُ عَنْهُ حَتَّى صَعِدَ الْوَحْيُ ثُمَّ قَالَ: ﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾. [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے کسی کھیت میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ایک شاخ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس دوران آپ یہودیوں کے گروہ کے پاس سے گذرے تو ان میں سے کسی نے کہا ان سے روح کے متعلق سوال کرو، لیکن دوسروں نے کہا ان سے کچھ نہ پوچھو مبادا وہ ایسی بات سنا دیں جو تمھیں ناگوار ہو، آخر وہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابوالقاسم! ہمیں روح کے متعلق بتائیں؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کھڑے دیکھتے رہے، میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، میں تھوڑا سا دور ہٹ گیا یہاں تک کہ وحی کا نزول پورا ہو گیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کا امر ہے۔"

---

[1] فتح الباری، ص ۳۳۵، ج ۱۳۔ [2] ۱۱/الإسر.....

Marfat.com

فوائد:

یہودیوں نے باہمی مشورہ سے یہ بات طے کی کہ نبی آخرالزمان ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا جائے اگر روح کی حقیقت بیان کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دانشور اور حکیم ہیں پیغمبر نہیں ہیں کیونکہ کسی پیغمبر نے روح کی حقیقت بیان نہیں کی اگر روح کی حقیقت بیان کر نے سے جواب دیں تو پیغمبر ہیں، کیونکہ ایسا جواب وہی دے سکتے ہیں، کچھ یہودیوں نے کہا کہ اس سے یہ سوال نہ کیا جائے کیونکہ اگر انھوں نے روح کی حقیقت بیان نہ کی تو یہ ان کے رسول ہونے کا ایک اور ثبوت مل جائے گا جو تمھیں ناگوار گذرے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس روح کی ماہیت کا کسی کو علم نہیں ہوسکا۔

مغربی دانشور اس کے متعلق تحقیق کر رہے ہیں لیکن ابھی تک انھیں کوئی سراغ نہیں مل سکا، بس اتنا ہی کہتے ہیں کہ روح ایک ایسا لطیف جوہر ہے جو ذی روح کی شکل وصورت جیسا ہوتا ہے اور اس کا ہر جزو جسم حیوانی کے ہر جزو میں سماجاتا ہے۔

بہرحال یہ اللہ کا ایک ایسا راز ہے جس پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے "روح میرے رب کا حکم ہے اور تمھیں تو بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔" [1]

امام بخاری نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اس قسم کے سوالات محض تکلفات ہیں، جن کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی انسان کی عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق ہے اس لیے ایسے سوالات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

---

[1] الاسراء: ۸۵۔

Marfat.com

باب 4

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افعال کی پیروی کرنا

حدیث نمبر:7298

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ)) فَنَبَذَهُ وَقَالَ: ((إِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا)) فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی، تو دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی پھر آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا چنانچہ دوسرے لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

فوائد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی اور لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا، آپ کو دیکھ کر دیگر صحابہ نے اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، اللباس: ٥٨٦٨۔

Marfat.com

اس روایت میں کسی راوی کو وہم ہوا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پھینکی تھی، اس کے بعد چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی جسے آپ زندگی بھر پہنتے رہے آپ کی وفات کے بعد اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنا، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے استعمال کیا۔حتی کہ وہ ان سے بئر اریس میں گر گئی۔ [1]

سونا مردوں کے لیے حرام تھا، اس لیے آپ نے اسے استعمال نہیں کیا، آپ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کا استعمال چھوڑ دیا البتہ عورتوں کے لیے اس کا استعمال جائز اور حلال ہے۔

بہر حال ہر کام میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا جزو ایمان ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مسلمانو! تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی بہترین نمونہ ہے۔'' [2]

سیاق وسباق کے اعتبار سے اس آیت کا ایک خاص مفہوم ہے مگر معانی کے لحاظ سے عام ہے۔زندگی کے ہر پہلو کے لیے رسول اللہ ﷺ واجب الاتباع نمونہ ہیں۔لیکن اس نمونہ کی پیروی اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس میں تین صفات ہوں۔

① اللہ پر ایمان ہو۔ ② آخرت پر یقین ہو۔ ③ اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتا ہو۔

ان شرائط کی صراحت مذکورہ آیت کے آخر میں ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر ٥٨٦٦۔ [2] الاحزاب: ٢١۔

Marfat.com

باب 5

کسی امر میں تشدد اور سختی کرنا مکروہ ہے

اس طرح علمی بات میں فضول جھگڑا کرنا، دین میں غلو کرنا اور بدعتیں ایجاد کرنا منع ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور حق کے سوا اللہ پر کچھ نہ کہو۔'' [1]

وضاحت:

غلو کا معنی حد سے تجاوز کرنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے دینی معاملات میں غلو سے منع فرمایا ہے۔جیسا کہ ذات باری تعالیٰ کے متعلق بحث و تمحیص کرتے وقت انسان اس حد سے تجاوز کر جائے کہ شیطان کو دخل اندازی کا موقع مل جائے، یہود و نصاریٰ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلو سے کام لیا تھا، یہودیوں نے آپ کی قدر و منزلت کو اس حد تک گھٹا دیا کہ آپ کی رسالت سے ہی انکار کر دیا اور نصاریٰ نے آپ کو اس قدر بڑھایا کہ انھیں الٰہ بنا دیا یا انھیں اللہ کا بیٹا قرار دیا، ہمارے مسلمانوں میں بھی اس قسم کے غلو کی متعدد مثالیں موجود ہیں، دین اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حدیث نمبر 7299:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَا تُوَاصِلُوْا)) قَالُوْا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي)) فَلَمْ يَنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ قَالَ: فَوَاصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَيْنِ أَوْ لَيْلَتَيْنِ ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ)) كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ.

---

[1] النساء: ١٧١۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پے در پے روزے نہ رکھا کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ ﷺ بھی تو پے در پے روزے رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں تمھارے جیسا نہیں ہوں میں جب رات بسر کرتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلا پلا دیتا ہے لیکن لوگ پے در پے روزے رکھنے سے باز نہ آئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ پے در پے دو روزے رکھے پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاند نظر نہ آتا تو میں ان کے ساتھ مزید روزے رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ کا مقصد انھیں سرزنش کرنا تھا۔

فوائد:

اللہ تعالیٰ کے کھلانے پلانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طاقت دیتا ہے یا جنت کا کھانا اور اس کا مشروب پلاتا ہے۔ جنت کے کھانے اور مشروب سے روزہ افطار نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ وصال کے منافی ہے۔

اگرچہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے لیکن امام بخاری نے حسب عادت عنوان سے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے اس روایت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو عنوان کے عین مطابق ہے چونکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، اگر اس مہینے کے دن مزید بڑھ جاتے تو میں اتنے دنوں تک پے در پے روزے رکھتا کہ بلاوجہ اپنے آپ پر سختی کرنے والے اس خودساختہ سختی سے باز آجاتے۔ [1]

معلوم ہوا کہ ہر ریاضت و عبادت اور دین کے سب کاموں میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور معمولات کی پیروی کرنا ضروری ہے ایسا کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔

اس کے برعکس کسی بات میں غلو کرنا یا حد سے تجاوز کرنا یا بے جا سختی سے کام لینا مثلاً ساری رات بیدار رہنا یا ہمیشہ کے روزے رکھنا شریعت میں پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] صحیح بخاری، التمنی: ۷۲۴۱۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7300

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ عَلَى مِنْبَرٍ مِنْ آجُرٍّ وَعَلَيْهِ سَيْفٌ فِيهِ صَحِيفَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ يُقْرَأُ إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيهَا: ((أَسْنَانُ الإِبِلِ وَإِذَا فِيهَا الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ عَيْرٍ إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا)) وَإِذَا فِيهِ: ((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا)) وَإِذَا فِيهَا: ((مَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا)).

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے ایک مرتبہ اینٹوں سے بنے ہوئے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ آپ کے پاس ایک تلوار تھی جس کے ساتھ صحیفہ لٹکا ہوا تھا آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ہمارے پاس کتاب اللہ کے علاوہ اور کوئی تحریر نہیں ہے جسے پڑھا جا سکے مگر جو کچھ اس صحیفہ میں ہے، پھر انھوں نے اسے کھولا تو اس میں دیت کے طور پر دیئے جانے اونٹوں کا اندراج تھا، اور اس میں یہ تھا کہ مدینہ طیبہ عیر پہاڑی سے لے کر فلاں پہاڑی تک حرم ہے، جس انسان نے اس میں کسی بدعت کو ایجاد کیا اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا، اس میں یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے اسے ادنیٰ شخص بھی پورا کرنے کی کوشش کرے، جس کسی نے مسلمان

Marfat.com

کا عہد توڑا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی۔ اس میں یہ بھی تھا کہ جس نے اپنے آقاؤں کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے سے موالات کا تعلق قائم کیا اس پر بھی اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا۔

فوائد:

دین میں غلو کی کئی صورتیں ہیں، جن میں بدعت کی اشاعت بھی ہے چنانچہ عنوان میں بدعات کی ترویج واشاعت کا بھی ذکر ہے۔

چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ جس نے حرم مدینہ میں بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو جگہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس صحیفہ میں یہ بھی تھا کہ جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی تعظیم کے لیے جانور ذبح کرے اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جو کوئی زمین کے نشانات تبدیل کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو شخص اپنے باپ پر لعنت کرتا ہے، اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔

بہر حال اس میں بدعت کی اشاعت اور بدعتی کو اپنے ہاں جگہ دینے کی شناعت کا بیان ہے جو دین میں غلو اور حد سے تجاوز کی ہی ایک صورت ہے اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ [1]

حدیث نمبر: 7301

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا تَرَخَّصَ فِيهِ وَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَحَمِدَ اللَّهَ [وَأَثْنَى عَلَيْهِ] ثُمَّ قَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ؟ فَوَاللَّهِ إِنِّي أَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً)).

---

[1] فتح الباری، ص ۳۴۱، ج ۱۳۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا جس میں لوگوں کے لیے رخصت کا پہلو تھا، اس کے باوجود کچھ لوگوں نے اس سے احتراز کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم! میں ایسے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اپنے اندر خشیت رکھتا ہوں۔

فوائد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا، اس سے اجتناب کرنا یا اس کے خلاف تقویٰ خیال کرنا بڑا گناہ بلکہ بے دینی اور الحاد ہے کیونکہ ایسے لوگوں کو تقویٰ کہاں سے معلوم ہوا؟

امت کو جو کچھ ملا ہے وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرہون منت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کو اپنی مرضی قرار دیا مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں کی ہیں، اب اگر کوئی شادی کو تقویٰ کے منافی خیال کرتا ہے، اس کا مزعومہ خیال شریعت کے خلاف ہے اس کا یہ اقدام کسی صورت میں مستحسن نہیں ہے کسی نے خوب کہا ہے:

؎ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

حدیث نمبر:7302

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ لَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ أَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الْحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الْآخَرُ بِغَيْرِهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ: إِنَّمَا أَرَدْتَ خِلَافِي فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَتْ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ...... إِلَى

Marfat.com

قَوْلِهِ عَظِيمٌ﴾ [1] قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: فَكَانَ عُمَرُ بَعْدُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ إِذَا حَدَّثَ النَّبِيَّ ﷺ بِحَدِيثٍ حَدَّثَهُ كَأَخِي السِّرَارِ لَمْ يُسْمِعْهُ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ.

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: قریب تھا کہ دو بہترین آدمی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہلاک ہو جاتے، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس بنوتمیم کا وفد آیا تو ان میں سے ایک صاحب نے بنومجاشع میں سے اقرع بن حابس حنظلی کو ان کا امیر بنانے کا مشورہ دیا اور دوسرے نے اس کے علاوہ دوسرے کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کا مقصد صرف میری مخالفت کرنا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری خواہش آپ کی مخالفت کرنا نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دونوں بزرگوں کی آوازیں بلند ہو گئیں تو یہ آیت اتری: ''اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔'' ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بعد یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ عرض کرتے تو اتنی آہستگی سے جیسے کوئی کان میں بات کرتا ہے آپ رسول اللہ ﷺ کو نہ سنا سکتے حتیٰ کہ آپ دوبارہ پوچھتے (کیا کہا ہے) لیکن ابن زبیر اپنے نانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ بات بیان نہیں کرتے تھے۔

فوائد:

امام بخاری کا قائم کردہ عنوان کئی اجزا پر مشتمل ہے ان میں سے ایک ''بلاوجہ جھگڑا کرنا'' ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حدیث میں مذکور تنازعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا جب کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کو امیر بنانے کا مشورہ دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو امیر بنایا جائے۔ اس دوران ان دونوں بزرگوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو فرشتہ وحی حرکت میں آیا اور اللہ کی طرف سے آیات نازل ہوئیں کہ

---

[1] ٤٩/ الحجرات: ٣، ٢۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کسی کو از خود مشورہ دینے کی اجازت نہیں اور نہ ہی آپ کے سامنے اونچی آواز میں گفتگو کرنا درست ہے، بہر حال یہ حدیث اپنے عنوان سے بایں طور مطابق رکھتی ہے کہ اس میں تنازعہ کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ اقرع بن حابس اور قعقاع بن معبد میں سے کس کو حکم بنایا جائے؟

حدیث نمبر:7303

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَ: ((مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُوْلِي: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)) فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے جواب دیا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ کی وجہ سے وہ لوگوں کو (قرأت) نہیں سنا سکیں گے لہٰذا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم کہو کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدتِ بکاء کی وجہ سے لوگوں کو (قرأت)

Marfat.com

نہیں سنا سکیں گے اس بناء پر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہی عرض کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کو پھانسنے والی عورتیں معلوم ہوتی ہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، بعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پائی۔

فوائد:

امام بخاری نے اس حدیث سے تنازع کی کراہت کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سے اختلاف کر کے بار بار ایک ہی مقدمہ کو دہراتی رہیں، آخر کار حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہی بات کہلوائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مداخلت کرنے کی ضرورت پڑی اور فرمایا کہ تمھارا کردار حضرت یوسف علیہ السلام کو پھانسنے والی عورتوں سے مختلف نہیں ہے، وہ بھی بظاہر عزیز مصر کی بیوی کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تعلق خاطر پر ملامت کرتی تھیں لیکن وہ خود آپ سے تعلق قائم کرنے کے لیے بے قرار تھیں۔

اسی طرح تم بظاہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گریہ زاری کا بہانہ پیش کر کے انھیں امامت سے دور رکھنا چاہتی ہو لیکن تمھاری خواہش کچھ اور ہے دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھیں کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہوئے تو لوگ اسے بدشگونی سے تعبیر کریں گے، اس بات کا اظہار بھی آپ نے کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑا دیکھنا چاہتے تھے، بہر حال اس حدیث میں باہمی اختلاف اور آپس میں لڑنے جھگڑنے کی کراہت کو ثابت کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر:7304

حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذِئْبٍ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: جَاءَ عُوَيْمِرٌ الْعَجْلَانِيُّ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ

Marfat.com

امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَيَقْتُلُهُ أَتَقْتُلُونَهُ بِهِ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا فَرَجَعَ عَاصِمٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَرِهَ الْمَسَائِلَ فَقَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَآتِيَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَجَاءَ وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى الْقُرْآنَ خَلْفَ عَاصِمٍ فَقَالَ لَهُ: ((قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ فِيكُمْ قُرْآنًا)) فَدَعَا بِهِمَا فَتَقَدَّمَا فَتَلَاعَنَا ثُمَّ قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَفَارَقَهَا وَلَمْ يَأْمُرْهُ النَّبِيُّ ﷺ بِفِرَاقِهَا فَجَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((انْظُرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيرًا مِثْلَ وَحَرَةٍ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ كَذَبَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَعْيَنَ ذَا أَلْيَتَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْأَمْرِ الْمَكْرُوهِ)).

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ جناب عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پائے اور اسے قتل کر دے۔ کیا آپ لوگ مقتول کے بدلے میں اسے قتل کر دیں گے؟ اے عاصم! آپ رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے اس مسئلہ کو دریافت کریں۔ چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس طرح کے سوالات کو ناپسند فرمایا اور معیوب خیال کیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے سوالات کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں خود رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے واپس جانے کے بعد قرآن کی آیات آپ پر نازل کر دی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہے پھر آپ نے دونوں (میاں بیوی) کو بلایا وہ دونوں آئے اور لعان کیا پھر عویمر نے کہا، یا رسول اللہ! اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر

Marfat.com

جھوٹ بولا ہوگا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنی بیوی کو جدا کر دیا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے جدا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا پھر لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دیکھتے رہو اگر اس عورت نے چھوٹے قد والا سرخ رنگ کا بچہ جنم دیا جیسے زمین کا کیڑا ہوتا ہے تو میں عویمر کو جھوٹا خیال کروں گا اور اگر اس نے بلند قامت موٹی آنکھوں والا اور بھاری سرینوں والا بچہ جنم دیا تو میں عویمر کو سچا خیال کروں گا۔ چنانچہ اس عورت نے مکروہ صورت کا بچہ جنم دیا یعنی جس مرد سے بدنام ہوئی تھی اس صورت کا بچہ پیدا ہوا۔

فوائد:

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے پیش آیا جب انھوں نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء سے مُتّہم کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہلال سے فرمایا گواہ لاؤ بصورت دیگر تمھاری پشت پر حد قذف لگے گی آخر کار ان کے درمیان لعان ہوا۔ لعان کی تفصیل سورۃ النور آیت نمبر ۶ تا آیت نمبر ۹ میں بیان ہوئی ہے۔ لعان کے بعد مرد طلاق دے یا نہ دے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہمیشہ کے لیے جدائی از خود عمل میں آجاتی ہے۔ مرد اپنی بیوی سے حق مہر یا دیگر اخراجات کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ لعان کے بعد دوران عدت عورت کا نان ونفقہ یا رہائش وغیرہ مرد کے ذمہ نہیں ہوتی پیدا ہونے والا ماں کی طرف منسوب ہوگا وہی اس کی وارث ہوگا، چونکہ اس کے مسائل اور سوالات کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ اس لیے امام بخاری نے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر:7305

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ النَّصْرِيُّ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ ذَلِكَ فَدَخَلْتُ عَلَى مَالِكٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: انْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ

Marfat.com

يَسْتَأْذِنُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَدَخَلُوْا فَسَلَّمُوْا وَجَلَسُوْا فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَأَذِنَ لَهُمَا قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ الظَّالِمِ اسْتَبَّا فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ اتَّئِدُوْا أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) يُرِيدُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَلِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ذَلِكَ قَالَا: نَعَمْ قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي مُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ خَصَّ رَسُوْلَهُ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُوْلُ: ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ﴾[1] الْآيَةَ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ وَاللَّهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ وَقَدْ أَعْطَاكُمُوْهَا وَبَثَّهَا فِيْكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ فَعَمِلَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ حَيَاتَهُ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذَلِكَ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ أَنْشُدُكُمَا اللَّهَ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا نَعَمْ.ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمَا حِيْنَئِذٍ وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ تَزْعُمَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ فِيْهَا كَذَا وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ فِيْهَا صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ

---

[1] ٥٩/ الحشر: ٦ـ

Marfat.com

اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيْكَ وَأَتَانِي هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللَّهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا بِذَلِكَ فَدَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ؟ قَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ قَالَ: أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيْكُمَاهَا.

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس دوران ان کے دربان حضرت یرفا آئے اور کہا کہ عثمان، عبدالرحمن، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں کیا انھیں اجازت دی جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں'' چنانچہ سب لوگ اندر آ گئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے پھر یرفاء نے آ کر پوچھا کیا حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کر دیں پھر وہ دونوں آپس میں الجھ گئے اور ایک نے دوسرے کو برا بھلا کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کر کے ایک کو

Marfat.com

دوسرے سے راحت پہنچائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھوڑا سا صبر کرو، میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے، کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مراد خود اپنی ذات کریمہ لی تھی، ان حضرات نے کہا واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا پھر آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا انھوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تھا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں آپ لوگوں سے اس بارے میں گفتگو کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس مالِ فئی میں اپنے رسول کے لیے ایک حصہ مخصوص کیا تھا، جو اس نے آپ کے سوا کسی اور کو نہیں دیا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو مال فئی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اپنے رسول کو دیا، اس پر تم نے اونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے آخر تک۔'' اس آیت کریمہ کے مطابق یہ مال خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آپ لوگوں کو نظر انداز کر کے اپنے لیے جمع نہیں کیا اور نہ ہی اسے اپنی ذاتی جائیداد بنایا بلکہ آپ نے اسے تم لوگوں کو دیا اور سب میں تقسیم کر دیا یہاں تک اس میں سے یہ مال باقی رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنے اہل خانہ کا سالانہ خرچہ دیتے تھے پھر باقی اپنے قبضہ میں لے لیتے اور اسے بیت المال میں رکھ کر عام مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی بھر یہی معمول بنائے رکھا، میں آپ حضرات کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ کو اس کا علم ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں ہم سب جانتے ہیں، پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے کہا میں آپ دونوں حضرات کو بھی اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ بھی اسے جانتے ہیں انھوں نے کہا ہاں ہمیں اس کا علم ہے پھر آپ نے فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں جناب رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کا جانشین ہوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنے قبضے میں لے کر وہی عمل کیا جو رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا اور تم دونوں اس وقت موجود تھے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر یہ بات کہی اور آپ حضرات کا خیال تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان اموال میں ایسا ایسا کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں سچے، نیک اور سب سے زیادہ حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فوت کر لیا تو میں نے کہا میں جناب رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں، اس طرح میں نے اس جائیداد کو اپنے قبضہ میں دو سال تک رکھا اور اس میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معمول کے مطابق عمل کرتا رہا پھر آپ دونوں حضرات میرے پاس آئے اور تمھارا دونوں کا مطالبہ ایک تھا اور تمھارا کام بھی ایک ہی تھا، اے عباس! آپ اپنے بھتیجے کی وراثت لینے آئے اور یہ (علی رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کی طرف سے اپنی میراث لینے آئے میں نے تم سے کہا کہ یہ جائیداد تقسیم تو نہیں ہو سکتی لیکن اگر تم چاہتے ہو تو میں تمھیں یہ دے دیتا ہوں اور تم پر اللہ کا عہد اور وعدہ ہے کہ اس میں وہی عمل کرو گے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا اور جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور میں جب سے جانشین بنا ہوں، وہ عمل کیا۔ اگر تمھیں یہ منظور نہ ہو تو پھر مجھ سے اس معاملہ میں بات نہ کرو، اس وقت تم نے کہا تھا ٹھیک ہے اس شرط پر یہ جائیداد ہمارے حوالے کر دیں تو میں نے اس شرط پر وہ جائیداد تمھارے حوالے کر دی اب میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا میں نے اس شرط پر یہ جائیداد تمھارے حوالے کی تھی، انھوں نے کہا ''جی ہاں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ حضرات مجھ سے اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو، اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، میں اس جائیداد میں اس کے علاوہ کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں تا آنکہ قیامت آ جائے اگر آپ حضرات اس کا انتظام نہیں کر سکتے تو اسے میرے حوالے کر دو میں تمھارے لیے اس کا بھی انتظام کر لوں گا۔''

Marfat.com

فوائد:

حضرت عباس رضی اللہ عنہما جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا تھے اور بھتیجا بیٹے کی طرح ہوتا ہے اس لیے اگر انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ظالم کہا ہے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے کیونکہ باپ بیٹے کی تلخ کلامی ہو جاتی ہے البتہ کسی دوسرے کے لیے ایسا کہنا جائز نہیں ہے، ممکن ہے کہ اس لفظ سے اس کا حقیقی معنی مراد ہی نہ ہو بلکہ اسے لغوی معنی میں استعمال کیا گیا ہو کہ ایک چیز کو اس کے محل کے علاوہ دوسری جگہ رکھ دینا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ کہنا محال ہے کہ وہ حقیقی طور پر ظالم ہوں، اس کی تاویل یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بطور زجر و تہدید کہا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہاں موجود صحابہ کرام اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے برا خیال کر کے اس کا نوٹس نہیں لیا۔ حالانکہ آپ منکر اشیاء کو بہت برا خیال کرتے تھے، اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے سیدنا علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے تنازع اور اختلاف کو اچھا خیال نہ کیا،، اسی لیے بیک زبان ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر کے انھیں آرام پہنچائیں، اس تنازع کی وجہ سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے، ان حضرات کا بے جا جھگڑا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث سے یہی کچھ ثابت کیا ہے، دیگر مباحث پہلے گزر چکے ہیں، ہم انھیں دہرانا نہیں چاہتے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب 6

اس شخص کا گناہ جو کسی بدعتی کو اپنے پاس ٹھہرائے

اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کی ہے۔

وضاحت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو امام بخاری نے خود ہی متصل سند سے بیان کیا ہے کہ جو حرم مدینہ میں کسی بدعت کو رائج کرے یا کسی بدعتی کو اپنے ہاں ٹھکانہ دے، اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔[1]

اگرچہ اس حدیث میں یہ وعید مدینہ کے ساتھ خاص ہونے کا ذکر ہے تاہم بدعت کا حکم ہر جگہ ایک ہے البتہ مدینہ طیبہ میں اسی کا ارتکاب مزید سنگینی کا باعث ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر: 7306

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَحَرَّمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ مَا بَيْنَ كَذَا إِلَى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ قَالَ: عَاصِمٌ فَأَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ أَوْ آوَى مُحْدِثًا.

حضرت عاصم سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو حرمت والا شہر قرار دیا ہے تو انھوں نے فرمایا ہاں فلاں پہاڑی سے فلاں پہاڑی تک اسے حرم قرار دیا ہے کہ اس علاقہ کا درخت نہیں کاٹا جائے گا نیز جس نے اس حدود میں کسی بدعت کو رواج دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۳۰۰۔

Marfat.com

راوی حدیث عاصم نے کہا جسے موسیٰ بن انس نے بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا تھا ''یا کسی نے دین میں بدعت پیدا کرنے والے کو اپنے ہاں ٹھکانہ دیا۔''

فوائد:

اگرچہ اہل معاصی کو اپنے ہاں جگہ دینا ان کے گناہ میں شرکت کرنا ہے کیونکہ جو انسان کسی کے عمل سے راضی ہوتا ہے وہ انھی سے شمار ہوتا ہے لیکن مدینہ طیبہ کو اس وعید کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ یہ شہر وحی اترنے کی جگہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن مالوف ہے، یہیں سے دین پھیلا ہے۔ اس لیے مدینہ طیبہ کو دوسرے تمام شہروں سے برتری حاصل ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت سے کس قدر نفرت تھی فرمایا کہ جو کسی بدعتی کو اپنے ہاں جگہ دیتا ہے اس پر لعنت ہے، اس لیے ہمیں بدعت اور اہلِ بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ المستعان

Marfat.com

باب 7

رائے زنی اور خواہ مخواہ قیاس کرنے کی مذمت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ایسی بات نہ کہو جس کا تمھیں علم نہ ہو [1] لَا تَقْفُ کا معنی لا تقل یعنی نہ کہو۔

وضاحت:

امام بخاری نے اس عنوان کے تحت رائے زنی اور تکلف قیاس کی مذمت کی ہے، رائے اور قیاس ایک ہی چیز ہیں، قیاس ایک ضرورت کی چیز ہے بشرطیکہ وہ ان اصول وضوابط کے مطابق ہو جو محدثین اور فقہاء نے اس کے معتبر ہونے کے لیے وضع کیے ہیں، قیاس کے چار ارکان ہیں، اصل، فرع، حکم اور علت، ان سب کا واضح ہونا ضروری ہے پھر جو رائے اور قیاس مذموم ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ا۔ شرعی نصوص کے مقابلہ میں ہو۔ ۲۔ اس کے استعمال میں وسعت سے کام لیا جائے۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان دو صورتوں کی کچھ وضاحت کرتے ہیں۔

نص شرعی کے مقابلہ میں قیاس کرنا: احناف کا کہنا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے ان کا پیشاب پلید ہے انھوں نے اس سلسلہ میں دوسرے حرام جانوروں کے پیشاب پر قیاس کیا حالانکہ حدیث میں ہے کہ کچھ لوگ مدینہ طیبہ آئے لیکن انھیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔ [2] اونٹوں کا پیشاب نجس نہیں کیونکہ نجس میں شفا نہیں ہوتی۔

اس کے استعمال میں وسعت سے کام لینا: فقہاء احناف نے قیاس کے استعمال میں اس قدر وسعت سے کام لیا کہ فرضی مسائل کے ڈھیر لگا دیے جنھوں نے اسلامی شریعت کو اغیار کی نظر میں بدنام کر ڈالا ہم صرف ایک مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] الاسراء: ۳٦۔ [2] صحیح بخاری، الوضوء: ۲۳۳۔

Marfat.com

اگر بکری اور کتے کے ملاپ سے ایسا بچہ پیدا ہو جس کا سر کتے کا اور باقی دھڑ بکرے کا ہو تو اس کے حلال وحرام ہونے کے متعلق فقہاء نے حسب ذیل وضاحت کی ہے:

اس کے سامنے گوشت اور چارہ ڈالا جائے اگر وہ گوشت کھائے تو اس کا گوشت حرام ہے کیونکہ بنیادی طور پر وہ کتا ہے اور اگر وہ چارہ کھائے تو ذبح کرنے کے بعد اس کا سر پھینک دیا جائے اور باقی گوشت استعمال کر لیا جائے اور اگر وہ چارہ اور گوشت دونوں کو کھا جائے تو پھر اسے مارا جائے اگر بھونکتا ہے تو اس کا گوشت استعمال کے قابل نہیں کیونکہ وہ کتا ہے اور اگر وہ ممیاتا ہے تو ذبح کر کے اس کا سر پھینک دیا جائے اور باقی حصہ کھا لیا جائے کیونکہ وہ بنیادی طور پر بکرا ہے، اگر مارنے سے دونوں قسم کی آوازیں برآمد ہوں تو اس کا پیٹ چاک کیا جائے اگر اس سے اوجھڑی نکلے تو اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے اور باقی حصہ قابل استعمال ہے اور اگر اوجھڑی کے بجائے انتڑیاں ہی برآمد ہوں تو وہ کتا ہے اور اسے استعمال نہ کیا جائے۔ [1] حالانکہ طبی اعتبار سے ان دونوں کا ملاپ ہی ناممکن ہے۔

ہم بڑے افسوس سے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے کتاب الحیل کے نام سے ایسی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں لوگوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ اگر وہ اسلامی احکام کی زد میں آ جائیں تو ان سے کیسے خلاصی حاصل کریں، امام بخاری نے اس قسم کی رائے زنی اور خواہ مخواہ قیاس کرنے کی مذمت کی ہے اور اس قسم کے فرضی قیاسات کو "ولا تقف ما لیس لک به علم" [2] میں داخل فرمایا ہے۔

حدیث نمبر:7307

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شُرَيْحٍ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: حَجَّ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاكُمُوهُ انْتِزَاعًا وَلَكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ فَيَبْقَى

---

[1] فتاویٰ قاضیخاں بر حاشیه فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۵۷، ج۳۔
[2] الاسراء : ۳۶۔

Marfat.com

نَاسٌ جُهَّالٌ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُفْتُوْنَ بِرَأْيِهِمْ فَيُضِلُّوْنَ وَيَضِلُّوْنَ))
فَحَدَّثْتُ بِهِ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو حَجَّ بَعْدُ فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي! انطَلِقْ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَاسْتَثْبِتْ لِي مِنْهُ الَّذِي حَدَّثْتَنِي عَنْهُ فَجِئْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ كَنَحْوِ مَا حَدَّثَنِي فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ فَأَخْبَرْتُهَا فَعَجِبَتْ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ لَقَدْ حَفِظَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو.

حضرت عروہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ہمیں ساتھ لے کر حج کیا تو میں نے ان سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”اللہ تعالیٰ تمھیں علم دے کر پھر سے یونہی نہیں چھین لے گا بلکہ علم اس طرح اٹھائے گا کہ علماء حضرات فوت ہو جائیں گے، ان کے ساتھ ہی علم اٹھ جائے گا اور چند جاہل لوگ رہ جائیں گے، ان سے فتویٰ لیا جائے گا تو وہ محض اپنی رائے سے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عروہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے دوبارہ حج کیا تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے مجھے کہا اے میرے بھانجے! تم عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور تم نے جو حدیث ان کے حوالے سے مجھے بیان کی تھی اس کی تحقیق کرو چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی جس طرح وہ پہلے بیان کر چکے تھے پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور انھیں اس کی خبر دی تو انھیں تعجب ہوا اور فرمایا اللہ کی قسم! عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو خوب یاد رکھا ہے۔

فوائد:

اس حدیث میں اسی قسم کے قیاس اور رائے کی مذمت کی گئی ہے جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ ہماری فقہ میں بیسیوں ایسے خودساختہ مسائل موجود ہیں جو کتاب وسنت سے متصادم اور واضح طور پر اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح رائے مذموم کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

فرمایا کہ اصحاب رائے سے اجتناب کرو کیونکہ وہ سنتوں کے دشمن ہیں، احادیث کو یاد رکھنے سے ان کی ہمتیں جواب دے گئیں تو انھوں نے رائے، عقل اور قیاس سے کام لینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستہ پر لگا دیا۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علما کے رخصت کے بعد قحط رجال کا دور ہوگا، پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دینی معاملات کو قیاس اور رائے سے حل کریں گے اس طرح وہ عمارت اسلام کو زمین بوس کرنے کا باعث ہوں گے۔ (2)

بہرحال ان بزرگوں نے جس رائے اور قیاس کی مذمت کی ہے اس سے مراد وہ رائے ہے جو کتاب وسنت سے مستنبط نہ ہو، بلاشبہ نص کے ہوتے ہوئے رائے اور قیاس سے کام لینا بہت بڑی گمراہی ہے۔ (3)

اگر کسی کو کتاب وسنت میں کسی مسئلہ کے متعلق کوئی دلیل نہ مل سکے تو بھی انسان کو احتیاط کرنی چاہیے، رائے زنی سے اجتناب کرتے ہوئے اشباہ ونظائر پر غور کرے اور ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسئلہ کا حل تلاش کرے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر:7308

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ هَلْ شَهِدْتَ صِفِّينَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُوْلُ ح: و حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ رَسُوْلِ اللَّهِ عَلَيْهِ لَرَدَدْتُهُ وَمَا وَضَعْنَا سُيُوْفَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا إِلَى أَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ غَيْرَ هَذَا الْأَمْرِ قَالَ وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ شَهِدْتُ صِفِّينَ وَبِئْسَتْ صِفُّوْنَ.

---

(1) فتح الباری، ص: ۲۸۹، ج ۱۳۔ (2) دارمی ص ۶۵ ج ۱۔
(3) فتح الباری، ص ۳۴۵، ج ۱۳۔

Marfat.com

حضرت اعمش سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے ابووائل سے پوچھا کیا تم جنگ صفین میں شریک تھے؟ انھوں نے کہا ''ہاں'' چنانچہ میں نے حضرت سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، دوسری سند کے ساتھ حضرت سھل بن حنیف فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے دین کے سلسلہ میں اپنی رائے کو کمزور خیال کرو چنانچہ ابوجندل رضی اللہ عنہ کے دن میں نے خود اپنے آپ کو دیکھا اگر مجھ میں طاقت ہوتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم رد کر سکتا تو ضرور رد کر دیتا، ہم نے کسی مہم کو سر کرنے کے لیے جب اپنی تلواریں کندھوں پر رکھیں تو ان کی بدولت ہمیں آسانی مل جاتی جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے مگر اس مہم میں (ہم مشکل میں گرفتار ہیں) حضرت ابووائل نے کہا کہ میں صفین میں موجود تھا لیکن صفین کی لڑائی بہت بُری تھی (جس میں مسلمان آپس میں کٹ مرے)۔

فوائد:

صفین، شام اور عراق کے درمیان دریا کے کنارے ایک مقام کا نام ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان عظیم جنگ ہوئی تھی جس میں ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے، اور ابوجندل کے دن سے مراد صلح حدیبیہ کا دن ہے۔لوگوں نے حضرت سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے کوتاہی کے ساتھ مُتّہم کیا، ان پر یہ باتیں بہت گراں گزریں انھوں نے کہا میں نے اس جنگ میں شرکت سے تقصیر نہیں کی ہے اور نہ ہی میری یہ عادت ہے کہ ضرورت کے وقت کسی قسم کی کوتاہی کا ارتکاب کروں۔جب حضرت ابوجندل صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے صلح کی شرائط کے مطابق انھیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا تو اس وقت بھی مجھ پر یہ امر بہت گراں گزرا تھا، ہم اس وقت اس پوزیشن میں تھے کہ اگر ہم ابوجندل کو واپس نہ کرتے تو مشرکین ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے لیکن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مقدم رکھا اور حضرت ابوجندل کے واپس ہونے کو برداشت کیا کیونکہ آپ نے اسے واپس کر دینے کا حکم دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مسترد کرنے کی ہم میں طاقت نہ تھی، اس مقام پر

Marfat.com

بھی میں کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوا ہوں، اس لیے تم مجھے کوتاہی سے مُتہم کرنے کی بجائے تم اپنے آپ پر غور کرو، چنانچہ امام بخاری نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ دینی معاملات میں محض رائے پر عمل کرنا مستحسن اقدام نہیں ہے۔ بخاری کے بعض نسخوں میں ایک عبارت زائد پائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں جب تک کتاب وسنت سے دلیل نہ ہو تو اپنی رائے سے اس مسئلہ کو صحیح خیال نہ کرو اور رائے کے مطابق فتویٰ نہ دو بلکہ کتاب وسنت پر غور کر کے اس سے مسئلہ کا حکم ثابت کرو بہر حال محدثین کرام کے نزدیک مذموم رائے سے وہی رائے مراد ہے کہ انسان کتاب وسنت کو چھوڑ کر رائے کے مطابق عمل کرے۔

Marfat.com

باب 8

رسول اللہ ﷺ نے کوئی مسئلہ اپنی رائے یا قیاس سے نہیں بتایا

رسول اللہ ﷺ سے جب کسی چیز کے متعلق پوچھا جاتا جس کے متعلق کوئی خاص وحی نہ اتری ہوتی تو آپ فرماتے میں نہیں جانتا یا وحی اترنے تک خاموش رہتے کچھ جواب نہ دیتے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی عطا کردہ بصیرت کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ سے جب روح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ خاموش رہے حتی کہ آیت نازل ہوئی۔

وضاحت:

رائے اور قیاس ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جب کہ بعض اہلِ نظر نے ان دونوں کے درمیان کچھ فرق کیا ہے، ان کے نزدیک رائے وہ علم ہے جو فکر ونظر سے حاصل ہو اور قیاس کی تعریف یہ ہے کہ فرع کو حکم میں اصل کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کی علت مشترک ہو، اس قیاس کے ارکان، شرائط اور کچھ اقسام ہیں، تفصیل کے لیے کسی اصول فقہ پر مشتمل کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فکر وعقل کے مقتضی کے مطابق کلام نہ فرماتے تھے اور نہ ہی قیاس کے ساتھ اجتہاد کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ دینی معاملات میں جو فرماتے اس کی بنیاد وحی ہوتی تھی، اس کے لیے امام بخاری نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۰۵ سے استدلال کیا ہے پھر مزید تائید کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک تعلیق کا حوالہ دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے روح کے متعلق سوال

---

[1] النساء: ۱۰۵۔

Marfat.com

ہواتو آپ نے کوئی جواب نہ دیا حتی کہ اس کے متعلق وحی نازل ہوئی جو سورۃ الاسراء آیت نمبر ۸۵ ہے۔ بعض اوقات آپ فرماتے کہ میں نہیں جانتا یوں جیسا کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کونسی جگہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا پھر جب فرشتہ وحی لایا تو سائل کو جواب دیا۔[1]

حدیث نمبر:7309

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُوْلُ: مَرِضْتُ فَجَائَنِي رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَعُوْدُنِي وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ فَأَتَانِي وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوْئَهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: فَقُلْتُ: أَيْ رَسُوْلَ اللَّهِ كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي؟ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي؟ قَالَ: فَمَا أَجَابَنِي بِشَيْءٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيْرَاثِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے یہ دونوں بزرگ پیدل چل کر آئے تھے، جب یہ حضرات میرے پاس آتے تو مجھ پر غشی طاری تھی، رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، اس سے مجھے افاقہ ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے مال کے متعلق کس طرح فیصلہ کروں، میں اپنے مال کا کیا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا تا آنکہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔

---

[1] مستدرك حاكم ص ٧ ج ٢۔

Marfat.com

فوائد:

رسول اللہ ﷺ کو جب ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا جس کے لیے وحی نہ اتری ہوتی تو آپ کی دو حالتیں ہوتیں یا تو آپ خاموش رہتے یا فرماتے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے عقل وقیاس سے جواب نہ دیتے تھے، جب وحی آتی تو اس کا جواب دیتے پھر وحی عام ہے کہ قرآن کی شکل میں آتی یا بیان کی صورت میں، بہر حال آپ وحی کے بغیر دینی مسائل کا جواب نہیں دیتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جو کہتے ہیں وہ نازل کردہ وحی ہوتی ہے۔'' [1]

صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے کسی چیز کے متعلق علم ہو اس کے مطابق جواب دے اور جسے علم نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ اللہ اعلم کہہ دے، یہ کہہ دینا بھی اس کے عالم ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہی تعلیم دی ہے پھر آپ نے سورۃ ص آیت ۸۶ تلاوت کی۔ [2]

ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنے کی مثال تو امام بخاری نے خود بیان کر دی ہے۔ [3]

اور لا ادری کہنے کی مثال رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے، مجھے معلوم نہیں ہے کہ حدود، گناہ کے مرتکب کے لیے کفارہ ہے یا نہیں۔ [4]

علم سے مراد وہ معلومات ہیں جو صحابہ کرام کے ذریعے فراہم ہوں اور جو معلومات ان سے بالا بالا حاصل کی جائیں وہ شریعت کی نظر میں علم نہیں ہے۔ سوالات کا جواب دینے میں لوگوں کی تین اقسام ہیں۔ ① صرف قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں جواب دیتے، اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو خاموشی اختیار کرتے۔ ② انھوں نے رائے اور قیاس کو استعمال کرتے ہوئے جوابات دیئے پھر فرضی مسائل کے ڈھیر لگا دیے۔ امام بخاری ایسے ہی لوگوں کی تردید کرتے ہیں۔ ③ جب ان کے پاس قرآن و حدیث سے کوئی دلیل ہوتی تو اس کی روشنی میں جواب دیتے بصورت دیگر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے عقل اور قیاس سے جواب دیتے۔ یہ آخری قسم بھی قابل ستائش اور لائق تعریف ہے۔ [5]

---

[1] النجم: ٣،٤۔ [2] صحیح بخاری، التفسیر، ٤٨٠٩۔ [3] صحیح بخاری، العلم: ١٢٥۔ [4] مستدرک، ص ٤٥٠، ج ٢۔ [5] فتح الباری، ص ٣٥٧ ج ١٣۔

Marfat.com

باب 9

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے مردوں اور عورتوں کو وہی تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھی وہ رائے یا تمثیل پر مبنی نہ تھی

وضاحت:

تمثیل سے مراد قیاس ہے رائے اور قیاس دونوں ایک ہی چیز ہیں، کچھ لوگوں نے اس عنوان کے متعلق یہ موقف اختیار کیا ہے کہ امام بخاری قیاس کے قائل نہیں ہیں۔ [1]

لیکن یہ موقف صحیح نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ یہ نہیں کہتے کہ بالکل قیاس نہ کیا جائے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے ایسا قیاس جو اصول شرعیہ کے خلاف ہو یا کسی دلیل پر مبنی نہ ہو بلکہ صرف ایک خیالی بات ہو امام بخاری اس قسم کے قیاس کو نہیں مانتے، اس بات پر تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ نص کی موجودگی میں قیاس کرنا حرام ہے کیونکہ ایسا کام تو لعین ابلیس ہی کر سکتا ہے، اس نے نص کی موجودگی میں قیاس سے کام لے کر سجدہ سے انکار کیا تھا۔ [2] بہر حال امام بخاری مطلق طور پر قیاس کے منکر نہیں ہیں جیسا کہ ہم آئندہ اس کے متعلق وضاحت کریں گے۔

حدیث نمبر:7310

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: جَائَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ فَقَالَ: ((اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا)) فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ:

---

[1] عمدة القاري، ص ٥٣١، ج١٦۔ [2] دارمی ص ٦٥ ج ١۔

Marfat.com

((مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)) فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْ اثْنَيْنِ؟ قَالَ: فَأَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: ((وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ)).

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی احادیث تو مرد حضرات ہی سنتے ہیں، آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرما دیں، جس میں ہم آپ کے پاس آسکیں اور آپ ہمیں وہ تعلیمات دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم فلاں فلاں دن فلاں فلاں مقام پر جمع ہو جاؤ چنانچہ وہ عورتیں وہاں جمع ہوئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور انھیں وہ تعلیمات دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی تھیں پھر آپ نے فرمایا تم میں سے جو عورت اپنی زندگی میں اپنے تین بچے آگے بھیج دے گی تو وہ اس کے لیے دوزخ سے رکاوٹ بن جائیں گے، ان میں سے ایک خاتون نے کہا یا رسول اللہ! دو بچوں کا بھی یہی حکم ہے؟ اس نے اس بات کو دو مرتبہ دہرایا آپ نے فرمایا دو بھی، دو بھی، دو بھی، ان کا بھی یہی درجہ ہے۔

فوائد:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وحی الٰہی پر مبنی ہوتی تھی، آپ نے کبھی رائے یا قیاس سے جواب نہیں دیا چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ تین بچے قیامت کے دن اپنی ماں کے لیے دوزخ سے آڑ ہوں گے، یہ ایسی بات ہے جس میں عقل یا قیاس نہیں چل سکتا، ایسی بات وحی الٰہی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث میں استفسار کرنے والی خاتون مبہم ہے، شاید وہ اسماء بنت یزید بن سکن ہو۔ [1]

ہمیں چاہیے کہ دینی مسائل میں شرعی نصوص کا اتباع کریں، قیاس اور رائے کو بے دریغ استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ ہمارے اسلاف کو اس سے بہت نفرت تھی۔

---

[1] فتح الباری، ص ۳۵۸ ج ۱۳۔

Marfat.com

باب 10

ارشاد نبوی ﷺ: میری امت کا ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا اور اس کا دفاع کرے گا

امام بخاری نے کہا کہ اس سے مراد اہل علم کا گروہ ہے۔

وضاحت:

حق سے مراد کتاب وسنت ہے، اس کے علاوہ انتہائی ضلالت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔ [1] قیامت کے دن اسی حق کا وزن ہوگا۔ [2]

امام بخاری کے استاد علی بن مدینی کہتے ہیں کہ اس گروہ سے مراد اہل حدیث ہیں، امام احمد سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اگر اس سے مراد اہل حدیث نہیں تو میں نہیں جانتا وہ کون ہوں گے۔ [3]

حدیث نمبر: 7311

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ)).

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا یہاں تک قیامت آ جائے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے۔

---

[1] یونس: ۳۲۔ [2] الاعراف: ۸۔ [3] فتح الباری، ص ۳۵۹، ج۱۳۔

Marfat.com

فوائد:

غلبہ سے مراد علمی، عملی اور اخلاقی غلبہ ہے، ضروری نہیں کہ ان کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ دین حق کی سربلندی کے لیے ایک گروہ قیامت تک برسر پیکار رہے گا، اسے دوسروں کی مخالفت کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی وہ دین کا دفاع دلائل و براہین سے کرتے رہیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت شرارتی لوگوں پر قائم ہو گی اور وہ لوگ جاہلیت کے کافروں سے زیادہ شرارتی ہوں گے، وہ اللہ سے جب کوئی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اسے مسترد کر دے گا[1]، یہ حدیث ذکر کردہ حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ بدترین اور شرارتی لوگ ایک مقام پر ہوں گے اور حق کا دفاع کرنے والا گروہ دوسرے مقام میں ہوگا کیونکہ ایک حدیث میں ان کے مقام کی نشاندہی کی گئی ہے کہ حق کا دفاع کرنے والے بیت المقدس اور اس کے نواحی علاقوں میں ہوں گے۔[2]

یہ بھی ممکن ہے قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ حق کا دفاع کرنے والوں کو اٹھا لے پھر قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہو جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب ایک ہوا چلے گی جس سے ہر مومن کی روح قبض ہو جائے گی۔[3]

حدیث نمبر:7312

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَخْطُبُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللَّهُ وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ)).

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا

---

[1] مسلم الامارة: ۱۹۲۴۔ [2] فتح الباری ص ۳۶۰ ج ۱۳۔ [3] مسلم الامارة: ۱۹۲۵۔

Marfat.com

ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا اللہ تعالیٰ کرتا ہے، اس امت کا معاملہ ہمیشہ درست رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا اللہ کا امر آ پہنچے۔

فوائد:

ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں ایک گروہ ایسا ضرور رہے گا جو اللہ کے دین کو قائم رکھے گا انھیں دوسروں کی مخالفت کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی وہ ہمیشہ حق کا دفاع کرتا رہے گا۔ [1]

اس حدیث سے حجیت اجماع ثابت ہوتی ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مختلف احادیث میں اس گروہ کے مختلف اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گروہ اہل ایمان کی مختلف انواع پر مشتمل ہوگا، ان میں میدان کارزار کے مجاهد، علمی میدان کے شہسوار، محدث، فقیہ اور مفسر، اخلاقیات میں ہراول دستہ، عبادت گزار، شب بیدار، نیکی کی راہ دکھانے والے برائی سے روکنے والے، الغرض ہر قسم کے لوگ ہوں گے جو دین اسلام کی ہر پہلو سے خدمت کریں گے۔ ان کا ایک مقام میں اکٹھا ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ وہ زمین کے کونے کونے میں رہتے ہوئے بھی دین کا دفاع کرتے رہیں گے، ممکن ہے کہ قرب قیامت کے وقت وہ ختم ہوتے ہوتے ایک ہی مقام پر جمع ہو جائیں، جب وہ ختم ہو جائیں گے تو قیامت آ جائے گی۔ امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ وہ گروہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو گا۔ وہ لوگوں کی راہنمائی صرف قرآن وحدیث سے کریں گے، قیاس ورائے کا بے دریغ استعمال نہیں کریں گے اور یہ گروہ محدثین کرام اور مجاہدین اسلام پر مشتمل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

---

[1] مسلم الامارة: ١٩٢٤۔

Marfat.com

باب 11

ارشاد باری تعالیٰ: ''یا وہ تمھیں کئی فرقوں میں تقسیم کر دے۔''[1]

وضاحت:

پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: ''کہہ دیجیے کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تم پر تمھارے اوپر سے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے تم پر کوئی عذاب مسلط کر دے یا تمھیں فرقے فرقے بنا دے پھر ایک فرقے کو دوسرے سے بھڑا کر تمھیں مزہ چکھا دے۔

امام بخاری کا اس عنوان سے یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ امت کا اجتماع صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ کتاب وسنت کے راستہ پر گامزن رہے، جب کتاب وسنت کے بجائے رائے اور قیاس سے مسائل حل کریں گے تو ان پر فرقہ بندی کا عذاب مسلط کر دیا گا جائے پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کے سر پھوڑتے رہیں گے، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

حدیث نمبر:7313

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: لَمَّا نَزَلَ عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ﴾ قَالَ: ((أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ)) ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ قَالَ: ((أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ)) فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ قَالَ: ((هَاتَانِ أَهْوَنُ أَوْ أَيْسَرُ)).

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''کہو وہ قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیجے'' تو

---

[1] الانعام: ٦٥۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! میں تیرے باعظمت چہرے کی پناہ مانگتا ہوں یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے عذاب آجائے تو اس مرتبہ پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! میں تیرے مبارک چہرے کی پناہ مانگتا ہوں پھر جب یہ الفاظ نازل ہوئے یا تمہیں فرقوں میں تقسیم کردے اور تمھیں ایک کو دوسرے کے ذریعے مزہ چکھائے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں آسان اور سھل ہیں۔

فوائد:

ذکر کردہ آیت کریمہ میں عذاب کی تین اقسام کا ذکر ہے چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں، دو قبول ہوئیں اور ایک سے منع کر دیا گیا۔ پہلی دعا کہ قحط عام کے ذریعے میری امت ہلاک نہ ہو۔ اللہ نے اسے قبول کرلیا۔ دوسری دعا کہ میری امت غرق کے ذریعے ہلاک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول کرلیا، پھر میں نے دعا کی کہ آپس میں ان کی لڑائی اور اختلاف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے روک دیا۔ [1] مسند امام احمد میں ہے کہ میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔ [2]

اس حدیث کے مطابق اس امت کے مختلف گروہ اور فرقے ہوں گے جو آپس میں جنگ و جدال کرتے رہیں گے، رسول اللہ ﷺ نے اسے دونوں قسم کے عذاب کے مقابلہ میں آسان اور سہل کہا ہے کیونکہ اس میں اہل ایمان کے لیے کفارہ ہے۔ امت کے لیے نجات کا راستہ یہی ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرے، زندگی گزارنے کے لیے اسے محور اور مرکز قرار دے، اگر ہم نے دائیں بائیں دیکھا تو تشتت واختلاف ہمارا مقدر ہوگا پھر ہم باہمی سر پھٹول میں مصروف رہیں گے۔

---

[1] صحیح مسلم، الفتن: ٢٨٩٠۔ [2] ص: ٣٩٦، ج٦۔

Marfat.com

باب 12

ایک معلوم امر کو دوسرے واضح امر سے تشبیہ دینا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے تاکہ مسائل سمجھ جائے

وضاحت:

قیاس کے متعلق فقہا کوفہ اور علماء ظاہر دونوں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ امام داؤد ظاہری اور امام ابن حزم نے حجیت قیاس کا سرے سے انکار کر دیا ہے جب کہ فقہاء احناف نے اسے بے اعتدالی سے استعمال کیا ہے، اس لیے اہل حق کے لیے ضروری تھا کہ قیاس کے متعلق افراط وتفریط پر پابندی لگائیں، امام بخاری نے بتایا ہے کہ مسلمان کو سب سے پہلے واضح نصوص کا اتباع کرنا چاہیے اور خواہ مخواہ قیاس کی ضرورت کو پیدا نہ کرے، اگر ضرورت محسوس ہو تو مقیس علیہ واضح اور معلوم ہونا چاہیے پھر علتِ حکم بھی واضح اور نمایاں ہو اس سے مقصود فرضی مسائل کا ڈھیر لگا کر سائل کو پریشان کرنا نہ ہو بلکہ اسے سمجھانے کے لیے اس قسم کا کڑوا گھونٹ بھرنا چاہیے، اب ہم قیاس کے افراط وتفریط کی ایک ایک مثال سے وضاحت کرتے ہیں۔ تاکہ امام بخاری کا مدعا سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

علماء ظاہر کی تفریط: حدیث میں ہے کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس میں جو کچھ ہے اسے بہا دیا جائے اور برتن کو دھویا جائے۔ امام ابن حزم اس حدیث سے مسائل اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر برتن سے کتا کوئی چیز کھا جائے اور اس میں منہ ڈال کر کچھ نہ پیے، یا اپنا منہ ڈالنے کے بجائے اپنا پاؤں یا دُم ڈال دے، یا خود کو اس میں گرا دے تو اس سے برتن کے اندر مشروب کو بہانا ضروری نہیں اور نہ ہی اسے دھونے کی ضرورت ہے وہ حلال اور پاک ہے، اسی طرح اگر برتن کے علاوہ زمین کے گڑھے میں منہ ڈال دے یا انسان کے ہاتھوں میں یا کسی ایسی چیز میں جسے برتن نہیں کہا جاتا تو اس سے

Marfat.com

بھی اس چیز کو دھونا ضروری نہیں اور نہ ہی اس پانی کو بہا دینا واجب ہے کیونکہ ولوغ صرف پینے کو کہتے ہیں۔'' [1]

فقہاء کوفہ کا افراط: علماء احناف نے قیاس کو جس بے دریغ طریقہ سے استعمال کیا ہے اس کی مثال یہ ہے: ''جب نجاست کسی جسم کے حصے کو لگ جائے اور اسے زبان سے چاٹ لیا جائے تا آنکہ اس کے اثرات ختم ہو جائیں تو وہ حصہ پاک ہو جائے گا، اسی طرح چھری جب نجاست آلود ہو جائے تو اسے اگر زبان سے چاٹ لیا جائے یا اپنے تھوک سے اسے صاف کر دیا جائے حتی کہ اگر نجاست آلود کپڑے کو بھی زبان سے چاٹ کر اس کے اثرات ختم کر دیے جائیں تو وہ پاک ہو جائے گا۔'' [2]

امام بخاری نے مذکورہ عنوان اس قسم کی افراط و تفریط کے سد باب کے لیے قائم کیا ہے، آپ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاس میں اصل اور علت کو بین اور واضح ہونا چاہیے محض ظن و تخمین پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ نیز اس سے مقصود سائل کو سمجھانا اور مطمئن کرنا ہو، امام بخاری قیاس اور رائے کے مطلق طور پر منکر نہیں ہیں جیسا کہ علامہ عینی نے تاثر دینے کی کوشش کی ہے بلکہ آپ نے اس رائے اور قیاس کی مذمت ضرور کی ہے جو فاسد اور شرائط کے مطابق نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ملتا ہو اور وہاں صحیح شرائط کے ساتھ اگر قیاس کو استعمال کیا جائے تو امام بخاری قطعاً اس کے منکر نہیں ہیں۔

حدیث نمبر: 7314

حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟)) قَالَ: نَعَمْ قَالَ: ((فَمَا أَلْوَانُهَا؟)) قَالَ حُمْرٌ: قَالَ: ((هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟))

---

[1] محلی ابن حزم، ص ۱۰۹، ج ۱۔ [2] فتاویٰ عالمگیری، ص ۴۵، ج ۱۔

Marfat.com

قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ: ((فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَائَهَا؟)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ: ((وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ)) وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی کے ہاں سیاہ لڑکا پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے کہا وہ سرخ رنگ کے ہیں، آپ نے فرمایا ان میں کوئی بھورے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں ان میں بھورے رنگ کے بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا کیا خیال ہے وہ رنگ کدھر سے آیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ممکن ہے کہ اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بچے کے انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔

فوائد:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کا رنگ مختلف ہونے کو اونٹوں کا رنگ مختلف ہونے پر قیاس کیا ہے اور اس میں قیاس صحیح کی شرائط کا بھی پتہ چلتا ہے کیونکہ اصل یعنی اونٹوں کا رنگ مختلف ہونا واضح اور بین ہے جس کا اعرابی نے انکار نہیں کیا اور اس کی علت بھی نمایاں جس کی خود اعرابی نے نشاندہی کی ہے، اس کا مقصود بھی اعرابی کو مطمئن کرنا تھا، اس کی فرع بچوں کی رنگت ہے اور حکم اس رنگت کا مختلف ہونا بھی ظاہر ہے، اس کے علاوہ قرآن وحدیث سے حجیت قیاس پر متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، قرآن مجید میں شراب نوشی کی حرمت کے متعلق نص موجود ہے لیکن نبیذ کے متعلق کوئی حکم موجود نہیں جب اس میں نشہ پیدا ہو جائے چونکہ شراب میں حرمت کی علت نشہ ہے اور نشہ آور نبیذ میں بھی یہ علت پائی جاتی ہے اس لیے نبیذ کو شراب پر قیاس کرتے ہوئے اس کے حکم میں شامل کر لیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7315

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً جَائَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ أَفَأَحُجَّ عَنْهَا قَالَ: ((نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ فَقَالَ: ((اقْضُوا اللَّهَ الَّذِي لَهُ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ)).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی کہ میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ ادائیگی سے قبل ہی فوت ہوگئی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں تم ان کی طرف سے حج کرلو، تمھارا کیا خیال ہے اگر تمھاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ عرض کیا کیوں نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اس قرض کو بھی ادا کرو جو اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

فوائد:

اس حدیث سے محدثین کرام نے منکرین قیاس کے خلاف حجت قائم کی ہے چنانچہ ابراھیم نظام، داؤد بن علی ظاہری، امام ابن حزم اور کچھ معتزلہ نے حجیت قیاس سے انکار کیا ہے لیکن امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحیح شرائط کے ساتھ قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ امت کو پیش آمدہ مسائل اس کے بغیر حل نہیں ہوتے، البتہ اس میں توسیع پسندی نہیں ہونی چاہیے، جیسا کہ ہمارے فقہا نے ایسے ایسے فرضی مسائل بیان کیے ہیں جنھیں صحیح ماننا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

افسوس کہ ان حضرات نے صحیح قیاس کے لیے جو حدود و شرائط بیان کی تھیں ان میں سے کسی کا بھی خیال نہیں رکھا۔ پھر ایسے مسائل لکھ ڈالے کہ اغیار شریعت اسلامیہ کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔ العیاذ باللہ

Marfat.com

بہر حال اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے قرض کی ادائیگی کو بندوں کی قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا، جسے اس خاتون نے تسلیم کیا، رسول اللہ ﷺ کا مقصد اسے سمجھانا تھا، اگر ان شرائط اور اس مقصد کے لیے قیاس کیا جائے تو اسے ماننے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب 13

اللہ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق قاضیوں کا اجتہاد

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہ ظالم لوگ ہیں۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے اس صاحبِ حکمت انسان کی تعریف کی ہے جو اس حکمت کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی تکلف نہیں کرتا نیز خلفاء کا علماء سے مشورے لینا اور ان سے دریافت کرنا۔

وضاحت: جو شخص مسلمانوں کے عہدہ قضاء پر فائز ہو، اسے چاہیے کہ وہ علم وفضل اور صدق وتقویٰ جیسی صفات سے آراستہ ہو، وہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے والا، اس کے اکثر احکام جاننے والا، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا عالم اور عامل بلکہ حافظ ہو۔ اسی طرح وہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی جاننے والا ہو، ہنگامی حالات میں کتاب اللہ کی اتباع کرے، اگر کتاب اللہ میں کسی مسئلہ کا حل نہ پائے تو سنن نبویہ میں اس کے حل کو تلاش کرے، اہل علم سے مشورہ لینے کا عادی ہو، اپنی زبان کو حرام کلام، پیٹ کو لقمہ حرام اور شرمگاہ کو بدکاری سے محفوظ رکھنے والا ہو اسی طرح مدمقابل کے کلام کو سمجھنے والا اور گہری بصیرت سے فیصلے کرنے والا ہو۔ امام بخاری نے اس عنوان میں اشارہ دیا ہے کہ قاضی حضرات کو اگر اجتہاد کی ضرورت پڑے تو اللہ کی نازل کردہ تعلیمات کی روشنی میں ہی اجتہاد کریں۔ عقل وقیاس کو ثانوی حیثیت دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس صاحب حکمت انسان کی تعریف کی ہے جو اسکے مطابق فیصلے کرتا ہے چنانچہ درج ذیل حدیث میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

---

[1] المائدہ: ٤٥۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7316

حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَآخَرُ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)).

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قابلِ رشک تو دو ہی آدمی ہیں ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور اسے راہ حق میں لٹانے کی توفیق ملی ہوتی ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے ذریعے فیصلے کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔

فوائد:

رسول اللہ ﷺ نے صاحبِ حکمت کو قابل رشک ٹھہرایا ہے اور حکمت سے مراد قرآن و حدیث کا علم ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسے فقاہت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا کر دیتا ہے۔[1]

امام بخاری نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

"جو حکمت کے مطابق فیصلے کرے اس کے اجر و ثواب کا بیان۔"

بہر حال حکمت کے مطابق فیصلے کرنے والا حاکم اللہ کے ہاں قابل تعریف ہے حتیٰ کہ اسے قابل رشک قرار دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] صحیح بخاری، العلم، ۷۱۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7317

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ هِيَ الَّتِي يُضْرَبُ بَطْنُهَا فَتُلْقِي جَنِينًا فَقَالَ: أَيُّكُمْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِ شَيْئًا فَقُلْتُ: أَنَا فَقَالَ: مَا هُوَ قُلْتُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((فِيهِ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ)) فَقَالَ: لَا تَبْرَحْ حَتَّى تَجِيئَنِي بِالْمَخْرَجِ فِيمَا قُلْتَ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کے املاص کے متعلق پوچھا اس سے مراد وہ عورت ہے جس کے پیٹ پر ضرب لگا کر اس کا نا تمام بچہ ضائع کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں میں نے سنا ہے، آپ نے پوچھا بتاؤ تم نے کیا سنا ہے؟ میں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسی صورت میں ایک غلام یا لونڈی بطور تاوان دینا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس جگہ رہو گے جب تک اس حدیث پر کوئی گواہ پیش نہ کرو۔

حدیث نمبر:7318

فَخَرَجْتُ فَوَجَدْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ فَجِئْتُ بِهِ فَشَهِدَ مَعِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((فِيهِ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ)) تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مل گئے انھوں نے میرے ساتھ گواہی دی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس کی دیت لونڈی یا غلام ہے۔ ابن ابی زناد نے اپنے باپ سے انھوں نے حضرت عروہ سے انھوں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے میں ہشام بن عروہ کی متابعت کی ہے۔

Marfat.com

فوائد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدث و ملھم بھی قرار دیا تھا، اس کے باوجود انھوں نے فیصلے کرتے ہوئے علماء سے مشورہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے ایک مقدمہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا کہ تم نے کوئی حدیث اس کے متعلق سنی ہے؟ انھوں نے مزید احتیاط کے پیش نظر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث پر گواہی طلب کی، بہرحال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں خبر واحد حجت تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاضی حضرات کو مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ انھیں چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ پوری چھان بین کرنے کے بعد کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کریں۔

Marfat.com

باب 14

ارشاد نبوی ﷺ ''تم پہلے لوگوں کے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے''

حدیث نمبر:7319

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَأْخُذَ أُمَّتِي بِأَخْذِ الْقُرُوْنِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ)) فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! كَفَارِسَ وَالرُّوْمِ؟ فَقَالَ: ((وَمَنِ النَّاسُ إِلَّا أُوْلَئِكَ؟)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت قائم نہ ہو گی جب تک میری امت بھی پہلی امتوں کی چال پر نہ چلے گی، بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ کی پیروی کرے گی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! پہلے امتوں سے کون مراد ہیں فارس اور روم؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟

حدیث نمبر:7320

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ الصَّنْعَانِيُّ مِنَ الْيَمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ

Marfat.com

تَبِعْتُمُوْهُمْ)) قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ: ((فَمَنْ؟)).

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے لوگوں کے طریقوں کے مطابق ایسی پیروی کرو گے جیسے بالشت، بالشت کے برابر ہے اور ہاتھ، ہاتھ کے برابر ہے۔ یہاں تک اگر وہ سانڈے کے بل میں داخل ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے یہود و نصاری مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا اور کون مراد ہو سکتے ہیں؟

فوائد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شریعت لے کر آئے ہیں، اس کی اپنی تہذیب و ثقافت اور طرز معاشرت اور کلچر ل ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اس تہذیب و ثقافت کو چھوڑ، دوسروں کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آج ہم سیاست و قیادت میں فارس و روم کے نقش قدم چلتے ہیں تو مذہبی ثقافت و کلچر ل میں ہم یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں احادیث میں دو قسم کے لوگوں کی نشاندہی کی ہے جنھیں آج نام نہاد مسلمانوں نے اپنا قبلہ قرار دے لیا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث نمبر ا بیان کی تو اس وقت آس پاس دو ہی بڑی حکومتیں تھیں اور ان کی رعیت بھی بکثرت تھی اور دور دراز تک ان کا سکہ چلتا تھا۔ برصغیر میں جب مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو پہلے انھوں نے ایرانیوں کی چال ڈھال اور وضع قطع اختیار کی، اس کے بعد انگریزوں کا دور آیا تو اکثر سربراہان ان کی نقالی کرتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں جو قانون نافذ ہے وہ ان کا ہی مرہون منت ہے، حتیٰ کہ ہم کھانے پینے، لباس و معاشرت اور نشست و برخاست بلکہ تمام رسومات میں انھی کی پیروی کرتے ہیں۔ سانڈھے کی بل میں گھسنے سے بھی یہی مراد ہے کہ انھی کی چال ڈھال اختیار کرو گے خواہ اچھی ہو یا بری۔ آج مسلمانوں سے اجتہادی اور اختراعی قوت سلب

Marfat.com

ہو چکی ہے جیسے انگریز اور فرنگی کرتے ہیں ہم بھی ان کی دیکھا دیکھی وہ کام شروع کر دیتے ہیں، اس بات پر غور نہیں کیا جاتا کہ آیا یہ کام ہمارے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے قرین عقل بھی ہے یا نہیں، علامہ اقبال نے جواب شکوہ میں خوب کہا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

Marfat.com

باب 15

اور اس شخص کا گناہ جو کسی گمراہی کی دعوت دے یا کوئی رسم قائم کرے

ارشاد باری تعالیٰ ہے وہ ان لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے جن کو انھوں نے بے علمی کی وجہ سے گمراہ کیا۔[1]

وضاحت:

عنوان میں ذکر کردہ آیت کا مکمل ترجمہ حسب ذیل ہے: ''قیامت کے دن وہ اپنے بوجھ تو پورے کے پورے اٹھائیں گے اور کچھ ان لوگوں کے بھی جنھیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے رہے دیکھو کیسا برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائیں گے۔''[2]

ایک تو وہ خود مجرم تھے پھر دوسرے لوگوں کو گمراہ کیا اس لیے انھوں نے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی اپنے اوپر لاد لیا۔ قیامت کے دن گناہوں کا بوجھ مجسم شکل میں ان کی پشتوں پر لاد دیا جائے گا۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو احبار و رھبان کی تقلید کے بجائے صرف کتاب وسنت کی پیروی کرنا چاہیے۔ تقلید مذاہب بڑی ضلالت ہے جو لوگ اس کی دعوت دیتے وہ قیامت کو اپنا اور دوسروں کا بوجھ اٹھا کر اللہ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔

حدیث نمبر: 7321

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْهَا وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ أَوَّلًا)).

---

[1] النحل: ٢٥۔ [2] النحل: ٢٥۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے، اس کے قتل ناحق کا کچھ بوجھ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر بھی پڑے گا۔ بعض اوقات سفیان نے اس طرح بیان کیا کہ اس کے خون ناحق کا کچھ حصہ۔ کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے قتل ناحق کا طریقہ جاری کیا۔

فوائد:

حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا قابیل تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو بلاوجہ قتل کیا تھا۔ زمین پر سب سے پہلے یہ قتل ناحق ہوا تھا، اس لیے قیامت تک جتنے بھی قتل ناحق ہوں گے ان سے حصہ رسدی اس کے نامہ اعمال میں بھی جمع کیا جائے گا۔ اس عنوان کے مطابق صریح احادیث بھی ہیں مگر امام بخاری اپنی شرط کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے انھیں نہیں لا سکے البتہ عنوان میں ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

ا۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام میں بری رسم ایجاد کرے اس پر اس کا بوجھ اور عمل کرنے والوں کا بوجھ پڑتا رہے گا۔ عمل کرنے والوں کا بوجھ بھی کم نہیں ہوگا۔ [1]

ب۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گمراہی کی دعوت دے گا اس پر اس کا بوجھ اور اس پر عمل کرنے والوں کا بوجھ بھی لادا جائے گا عمل کرنے والوں کا بوجھ کچھ کم نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، الزکوۃ: ١٠١٧۔
[2] صحیح مسلم، العلم: ٢٦٧٤۔

Marfat.com

باب 16

رسول اللہ ﷺ نے علماء کے اتفاق کی ترغیب دی اور اس کا تذکرہ کیا

نیز علماء حرمین کے اجماع کا بیان اور مدینہ طیبہ میں جو رسول اللہ ﷺ، مہاجرین اور انصار کے متبرک مقامات اور رسول اللہ ﷺ کے مصلی، منبر اور قبر شریف کا بیان۔

وضاحت: شرعی احکام کے بنیادی ماخذ دو ہیں۔ ۱۔ قرآن ۲۔ سنت ان کے علاوہ ذیلی ماخذ نو ہیں، جن میں اجماع، اقوال صحابہ، قیاس اور عرف وغیرہ بر سر فہرست ہیں۔ امام بخاری نے اس عنوان میں اجماع کی حیثیت اور حجیت کے متعلق اشارہ کیا ہے، اصطلاحی اعتبار سے اجماع کی تعریف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اجماع حجت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جس نے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستہ کو اختیار کیا تو ہم اسے اس طرف لے جائیں گے جدھر وہ خود گیا۔" [1]

سبیل المؤمنین سے مراد اجماع ہے نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں ہوگی۔ [2] حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ [3]

اجماع کی مثال یہ دی جاتی ہے کہ مفتوحہ اراضی کو فاتحین کے درمیان دیگر اموال غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اجماع کا وقوع انتہائی مشکل ہے کیونکہ صحابہ کے بعد جن مجتہدین کا اجماع معتبر ہے وہ مختلف ممالک میں پھیل گئے اور ان کا آپس میں ملاقات کرنا مشکل ہو گیا۔ اس لیے صحابہ کرام کے بعد کسی کا اجماع قابل

---

[1] النساء: ۱۱۵۔ [2] ابن ماجه، الفتن: ۳۹۵۰۔

[3] صحيح بخاری، التوحيد: ۷٤٥۹۔

Marfat.com

حجت نہیں ہے۔ امام بخاری کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک علماء حرمین کا اجماع حجت ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے کلام کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اہل مکہ اور اہل مدینہ کا اجماع حجت ہے بلکہ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اختلاف کے وقت اس پہلو کو ترجیح دی جائے گی جس پر مکہ اور مدینہ کے علماء اتفاق کر لیں۔ [1]

واضح رہے کہ کتب فقہ میں اکثر مسائل کے متعلق دعویٰ اجماع محل نظر ہے، اسی طرح ائمہ اربعہ کی تقلید جامد پر بھی اجماع کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ شارح بخاری امام مہلب نے کہا ہے:

"اس باب کے انعقاد سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کو اللہ تعالیٰ نے معالم دین کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور یہ دارِ وحی اور فرشتوں کے اترنے کا مقام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت نے اس بقعہ کو مقدس کیا اور آپ کی سکونت کا اسے شرف حاصل ہوا نیز اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک، منبر شریف اور ان دونوں کے درمیان جنت کا باغ ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین اور انصار کے متبرک مقامات ہیں، یہ وہ امور ہیں جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو شرفِ فضیلت سے نوازا ہے۔" [2]

حدیث نمبر: 7322

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ السَّلَمِيِّ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَجَاءَ الْأَعْرَابِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيبُهَا)).

---

[1] فتح الباری ص ۳۷٤ ج ۱۳۔

[2] عمدة القاری، ص ۵۳۹، ج ۱٦۔

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی اسلام پر بیعت کی، پھر مدینہ طیبہ میں اس کو سخت بخار نے آ لیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیعت واپس لے لیں رسول اللہ ﷺ نے انکار کر دیا وہ پھر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میری بیعت فسخ کر دیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے پھر انکار کر دیا وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور کہا میری بیعت توڑ دیں تو آپ نے اس دفعہ بھی بیعت توڑنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد وہ مدینہ طیبہ سے نکل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل کو دور کرتی ہے اور خالص لوہے کو رکھ لیتی ہے۔

فوائد:

اس اعرابی کا خیال تھا کہ بیعت کے بعد مدینہ طیبہ میں اقامت ضروری ہے اگر بیعت نہ ہو تو مدینہ طیبہ سے باہر جا سکتا ہے اس لیے وہ بیعت توڑنے کا بار بار اعادہ کر رہا تھا، وہ مرتد نہیں ہوا تھا جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ارتداد کا حکم جاری نہیں فرمایا نیز اگر وہ مرتد ہوتا تو بار بار یا رسول اللہ کا لفظ استعمال نہ کرتا بلکہ وہ اسلام میں رہتے ہوئے مدینہ طیبہ سے رخصت چاہتا تھا اور بیعت سے واپسی کے الفاظ کو رخصت کے لیے استعمال کرتا تھا۔ اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جب مدینہ تمام شہروں سے افضل ہوا تو وہاں کے علماء کا اجماع بھی قابل اعتبار ہوگا کیونکہ مدینہ طیبہ میں برے اور بدکار لوگ ٹھہر ہی نہیں سکتے اس لیے وہاں کے علماء سب اچھے ہوں گے لیکن مدینہ طیبہ کے متعلق یہ حکم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص تھا آپ کے بعد بہت سے اکابر صحابہ مدینہ طیبہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ہمارے رجحان کے مطابق خلاف شرع امور میں اہل حرمین کا اجماع کوئی حیثیت نہیں رکھتا طالب حق کو ہمیشہ دلیل کی پیروی کرنی چاہیے گو اس کے قائل تعداد میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7323

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أُقْرِئُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ فَلَمَّا كَانَ آخِرُ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بِمِنًى: لَوْ شَهِدْتَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ فُلَانًا يَقُولُ: لَوْ مَاتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَبَايَعْنَا فُلَانًا قَالَ عُمَرُ: لَأَقُومَنَّ الْعَشِيَّةَ فَأُحَذِّرَ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَغْصِبُوهُمْ قُلْتُ: لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رِعَاعَ النَّاسِ يَغْلِبُونَ عَلَى مَجْلِسِكَ فَأَخَافُ أَنْ لَا يُنْزِلُوهَا عَلَى وَجْهِهَا فَيُطِيرُ بِهَا كُلُّ مُطِيرٍ فَأَمْهِلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ دَارَ الْهِجْرَةِ وَدَارَ السُّنَّةِ فَتَخْلُصَ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَيَحْفَظُوا مَقَالَتَكَ وَيُنْزِلُوهَا عَلَى وَجْهِهَا فَقَالَ: وَاللَّهِ! لَأَقُومَنَّ بِهِ فِي أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ فِيمَا أُنْزِلَ آيَةُ الرَّجْمِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پڑھایا کرتا تھا جب وہ آخری حج آیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں مجھ سے کہا کاش تم حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے جب ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا "فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین کا انتقال ہو جائے تو ہم فلاں آدمی کی بیعت کرلیں گے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آج شام کو خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو متنبہ کروں گا جو

Marfat.com

مسلمانوں کا حق غصب کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ ایسا نہ کریں کیونکہ موسم حج میں ہر قسم کے ناواقف اور رذیل لوگ جمع ہوتے ہیں، ایسے لوگ آپ کی مجلس میں جمع ہوں گے جن سے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کے خطبہ کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکیں گے اور اسے منہ در منہ اڑاتے پھریں گے اس لیے ابھی آپ توقف کریں، جب آپ مدینہ طیبہ پہنچیں جو دارِ ہجرت اور دارِ سنت ہے تو وہاں آپ کے مخاطب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام مہاجرین اور انصار ہوں گے وہ آپ کی بات کو یاد رکھیں گے اور اس کا مطلب بھی ٹھیک طور پر بیان کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں مدینہ طیبہ پہنچ کر سب سے پہلے یہی خطبہ دوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا پھر جب ہم مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو سچا رسول بنا کر حق کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ پر قرآن نازل کیا، اس قرآن میں رجم کی آیت بھی تھی۔

فوائد:

امام بخاری نے اس مقام پر مذکورہ حدیث کو انتہائی اختصار سے بیان کیا ہے۔ مفصل حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ امر خلافت کے متعلق رائے دینے کا حق تمام مسلمانوں کو ہے، جسے مسلمان اختیار کر لیں اس کی بیعت کر لی جائے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ فلاں کی وفات کے بعد ہم فلاں کی بیعت کر لیں گے، خلیفہ کا انتخاب کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کا اجتماعی حق ہے۔

اس حدیث میں مدینہ طیبہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ وہ کتاب وسنت کا گھر ہے ایک روایت میں اس وقت اہل مدینہ کی بایں الفاظ تعریف بیان ہوئی ہے کہ وہاں زیرک، دانا، صاحب بصیرت اور صاحب علم وفضل لوگ ہوں گے۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ٦٨٩٠۔

[2] صحیح بخاری، المناقب: ٣٩٢٨۔

Marfat.com

امام بخاری اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حرمین کے علماء کا اجماع دوسرے شہروں کے مقابلہ میں زیادہ معتبر ہوگا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اگر اہل مدینہ کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو ان کی بات دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ وزنی ہوگی ہاں اگر نص صریح کے خلاف اجماع ہوا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ [1]

حدیث نمبر: 7324

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فَقَالَ: بَخْ بَخْ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَتَمَخَّطُ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَإِنِّيْ لَأَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيْئُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِيْ وَيُرَى أَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَا بِيْ إِلَّا الْجُوْعُ.

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے انھوں نے کہا ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انھوں نے کتان کے دو کپڑے پہن رکھے تھے جنھیں سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا۔ انھوں نے ان کپڑوں میں ناک صاف کیا اور کہا تعجب ہے کہ ابو ہریرہ کتان کے کپڑوں میں ناک صاف کر رہا ہے حالانکہ میں نے ایک وقت خود کو دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان بے ہوش پڑا ہوتا تھا اور گذرنے والا آتا تو میری گردن پر اپنا پاؤں رکھتا اور گمان کرتا کہ میں مجنون اور دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے جنون نہ تھا بلکہ بھوک کی وجہ سے دیوانہ وار گر پڑتا تھا۔

فوائد:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی سرگزشت بیان کرتے ہیں کبھی ایسی تنگی میں تھا کہ کھانے کی روٹی کا ٹکڑا نہ ملتا تھا اور آج میں ریشمی کپڑوں میں ناک صاف کر رہا ہوں۔

---

[1] فتح الباری، ص ۳۷۵، ج ۱۳۔

Marfat.com

اس حدیث میں منبر شریف کا ذکر ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محوِ استراحت ہیں، عنوان میں متبرک مقامات کا ذکر تھا اس لیے مذکورہ حدیث کو امام بخاری نے بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر:7325

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: نَعَمْ وَلَوْلَا مَنْزِلَتِيْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ مِنَ الصِّغَرِ فَأَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً ثُمَّ أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَ النِّسَاءُ يُشِرْنَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَتَاهُنَّ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان سے پوچھا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عید میں حاضر تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں میں اس وقت کمسن تھا۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق دار نہ ہوتا تو بچپن کے باعث حاضر نہ ہوسکتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر اس نشان کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے مکان کے پاس ہے وہاں آپ نے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا انھوں نے اذان اور اقامت کا ذکر نہ کیا پھر آپ نے صدقہ دینے کا حکم دیا تو عورتیں اپنے کانوں اور گریبانوں کی طرف ہاتھ بڑھانے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کے پاس جائیں۔ چنانچہ وہ آئے اور عورتوں سے صدقات لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس چلے گئے۔

فوائد:

اس حدیث میں عید گاہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان کے پاس آئے جہاں آج کثیر بن صلت کا مکان ہے وہ گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنایا گیا تھا اور شہرت کی وجہ سے اس کی طرف منسوب ہوگیا۔

Marfat.com

اس میں چھوٹے بچوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے براہ راست علم حاصل کرتے تھے یہ مرتبہ دوسرے شہر میں رہنے والوں کو نصیب نہیں تھا۔لیکن اس حدیث سے اجماع اہل مدینہ کی حجیت ثابت کرنا محل نظر ہے۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اختلاف کے وقت اہل مدینہ کے عمل اور اجماع کو وزنی قرار دیا جائے۔واللہ اعلم۔

حدیث نمبر:7326

حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ،أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْتِيْ قُبَاءً مَاشِيًا وَرَاكِبًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبا بستی میں پیدل اور سوار تشریف لاتے تھے۔

فوائد:

قبا مدینہ طیبہ کے نزدیک وہ بستی ہے جہاں آپ نے بوقت ہجرت نزول اجلال فرمایا تھا۔ اس بستی کی مسجد بھی ایک تاریخی جگہ ہے، رسول اللہ ﷺ خود بچشم اس کا ملاحظہ فرماتے، کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر وہاں تشریف لے جاتے۔یہ قدر و منزلت مدینہ طیبہ کے مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ کو نصیب نہیں ہوئی۔واللہ اعلم۔

حدیث نمبر:7327

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ،حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: ادْفِنِّيْ مَعَ صَوَاحِبِيْ وَلَا تَدْفِنِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْبَيْتِ فَإِنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ أُزَكَّى.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے انتقال کے بعد سہیلیوں کے ساتھ دفن کرنا، رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مجھے حجرہ میں مت دفن کرنا کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتی کہ مجھے دیگر ازواج مطہرات سے زیادہ بلند مرتبہ خیال کیا جائے۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7328

وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ أَرْسَلَ إِلَى عَائِشَةَ ائْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ فَقَالَتْ: إِيْ وَاللَّهِ! قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرْسَلَ إِلَيْهَا مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَتْ: لَا وَاللَّهِ! لَا أُوثِرُهُمْ بِأَحَدٍ أَبَدًا.

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ وہ مجھے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دیں، ام المومنین نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہاں میں ان کو اجازت دیتی ہوں۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ پہلے جب کوئی صحابی ان سے وہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتا تو فرماتیں: ''اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ کسی اور کو دفن نہیں ہونے دوں گی۔''

فوائد:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تواضع کے طور پر یہ پسند نہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہوں اور لوگ گمان کریں کہ ان کا مقام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین کے بعد دوسرے صحابہ سے زیادہ ہے۔ ہارون رشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام آپ کے ہاں کیسا تھا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انھیں جو مقام ملا وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا۔ انھوں نے ظاہری قرب کو باطنی قرب کی وجہ قرار دیا کہ صاحبین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ بلند مرتبہ اور قابلِ احترام تھے۔ [1]

حدیث نمبر:7329

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ:

---

[1] فتح الباری، ص ۳۷۷، ج۱۳۔

Marfat.com

أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَيَأْتِي الْعَوَالِيَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَزَادَ اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ وَبُعْدُ الْعَوَالِيْ أَرْبَعَةُ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر ادا فرماتے پھر عوالی مدینہ میں تشریف لاتے جبکہ سورج بلند ہوتا تھا۔ راوی حدیث لیث نے یونس سے بیان کیا کہ 'عوالی' مدینہ طیبہ سے تین چار میل دور ہیں۔

فوائد:

① عوالی عالیۃ کی جمع ہے اس سے مراد وہ دیہات ہیں جو مدینہ طیبہ سے بلندی کی طرف واقع ہیں، مدینہ کے اطراف میں بڑے بڑے گاؤں تھے وہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے، جہاں آپ کے قدم مبارک پہنچ گئے ان مقامات کو تاریخی حیثیت حاصل ہوگئی یعنی عوالی مدینہ کو بھی تاریخی عظمت اور بزرگی حاصل ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا مشہد ہے۔

حدیث نمبر: 7330

حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجُعَيْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ، يَقُوْلُ: كَانَ الصَّاعُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مُدًّا وَثُلُثًا بِمُدِّكُمُ الْيَوْمَ وَقَدْ زِيْدَ فِيْهِ. سَمِعَ الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْجُعَيْدَ.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع تمھارے رائج کردہ ایک مد اور تہائی مد کے برابر تھا، اب اس میں اضافہ کردیا گیا ہے۔

حدیث نمبر: 7331

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

Marfat.com

((اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ)) يَعْنِيْ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ! اہل مدینہ کے پیمانہ میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے صاع اور مد میں بھی برکت عنایت کر۔

فوائد:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے مد کی مقدار میں اضافہ کر دیا تھا لیکن احکام شرعیہ فطرانہ وغیرہ کی ادائیگی کے لیے اسی صاع اور مد کا اعتبار کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ مدینہ کے ہاں رائج تھا اس کے متعلق ہم ذرا تفصیل بیان کریں گے۔

ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مد کی مقدار $1\frac{1}{3}$ رطل تھی، اس اعتبار سے صاع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی $5\frac{1}{3}$ تعداد رطل بنتی ہے۔ بنو امیہ کے دور میں حضرت ہشام نے ایک دوسرا مد رائج کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدّ سے دو تہائی بڑا تھا لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے ہی فطرانہ ادا کرتے تھے۔ [1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے حضرت ہشام کے ایجاد کردہ مد کو درخور اعتنا نہ سمجھا بلکہ پہلے مد کو ہی استعمال کرتے تھے اور ہشام کا مد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے دو تہائی بڑا تھا کیونکہ اس کی مقدار دو رطل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کی مقدار $1\frac{1}{3}$ رطل تھی، اس کے بعد مزید اضافہ ہوا جیسا کہ مذکورہ حدیث میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سائب کے حدیث بیان کرنے کے وقت مد میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا گیا تھا یعنی اس وقت مد کی مقدار چار رطل تھی جس میں بقول حضرت سائب ایک تہائی بڑھانے سے $5\frac{1}{3}$ رطل بن جاتا ہے جو صاع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدار کے برابر ہے یعنی اس میں تین گنا اضافہ کر دیا گیا تھا۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر ۶۷۱۹۔

Marfat.com

مد اور صاع کے ارتقائی مراحل پر نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

ا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں مد کی تعداد $1\frac{1}{3}$ رطل اور صاع کی مقدار $5\frac{1}{3}$ تھی۔

ب۔ بنوامیہ کے دور میں مد کی مقدار 2 رطل اور صاع کی مقدار 8 رطل ہوگئی۔

ج۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں مد کی مقدار چار رطل اور صاع کی مقدار سولہ رطل تھی۔

عام طور پر رسول اللہ ﷺ کے صاع کو صاع حجازی اور بنوامیہ کے صاع کو صاع بغدادی یا عراقی کہا جاتا ہے اور صاع عراقی، صاع حجازی سے ایک تہائی بڑا ہے۔ صاع نبوی میں برکت کا تقاضا یہ ہے کہ شرعی واجبات کی ادائیگی میں اہل مدینہ کا صاع پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ ابتدائی طور پر قانون سازی میں اس صاع نبوی ﷺ کا اعتبار کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل ہم کتاب کفارات الایمان حدیث نمبر ۶۷۱۳ کے تحت بیان کرتے ہیں۔

حدیث نمبر: 7332

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْيَهُوْدَ جَاؤُوْا إِلَى النَّبِيِّ بِرَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِنْ حَيْثُ تُوْضَعُ الْجَنَائِزُ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے جنھوں نے آپس میں زنا کا ارتکاب کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رجم کردینے کا حکم دیا تو انھیں مسجد کے پاس اس جگہ رجم کیا گیا جہاں جنازے رکھے جاتے تھے۔

فوائد:

امام بخاری نے اس حدیث کو انتہائی اختصار سے بیان کیا ہے، اس میں بہت سی تفصیلات ہیں، انھیں معلوم کرنے کے لیے کتاب الحدود حدیث نمبر ۶۸۴۱ کا مطالعہ کریں، امام بخاری

Marfat.com

کا مقصد یہ ہے کہ مسجد کے قریب مذکورہ مقام بھی تاریخی طور پر متبرک ہے کیونکہ آپ جنازہ کی نماز اس مقام پر پڑھایا کرتے تھے، اس وجہ سے اسے تاریخی حیثیت حاصل ہے۔

حدیث نمبر:7333

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ: ((هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا)) تَابَعَهُ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي ((أُحُدٍ)).

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک دفعہ احد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ احد پہاڑ کے متعلق حضرت سھل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کرنے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی متابعت کی ہے۔

فوائد:

ہمارے نزدیک احد پہاڑ کا محبت کرنا مبنی بر حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں ادراک پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے اس ستون میں اللہ تعالیٰ نے ادراک پیدا کیا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے فراق کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ کو اپنا محبوب قرار دیا اس وجہ سے تمام مسلمان اس سے محبت کرتے ہیں اور اسے محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں، احد پہاڑ کو اسی وجہ سے تاریخی حیثیت حاصل ہے۔

حدیث نمبر:7334

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ أَنَّهُ كَانَ بَيْنَ جِدَارِ الْمَسْجِدِ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ وَبَيْنَ الْمِنْبَرِ مَمَرُّ الشَّاةِ.

Marfat.com

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کی دیوارِ قبلہ اور منبر کے درمیان ایک بکری گذرنے کی جگہ تھی۔

فوائد:

اس حدیث میں مسجد نبوی، اس کی دیوار قبلہ اور منبر شریف کا ذکر ہے، ان تمام مقامات کو جو عظمت حاصل ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ آمد کی وجہ سے ہے۔ اس سے وہاں کے باشندوں کی عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے جنھوں نے ان کی تاریخی عظمت کو محفوظ رکھا اور آگے امت کو اس سے آگاہ کیا۔

حدیث نمبر:7335

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلَى حَوْضِيْ)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر اسی طرح ہوگا۔

فوائد:

روضہ مبارکہ یعنی وہ بقعہ مقدسہ جو جنت کا باغیچہ ہے اسی طرح جنت میں منتقل ہو جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی نیک عمل کرنا، دخولِ جنت کا سبب ہو، بہر حال پہلا معنی زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس حدیث سے مدینہ طیبہ کی عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے کیونکہ اس کی مذکورہ جگہ کو باقی مقامات پر فضیلت حاصل ہے تو اس کے ماسوا پر بطریقِ اولیٰ برتری حاصل ہوگئی۔

ہم مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران اس روضہ مبارکہ میں نفل نماز اور دعا کا اہتمام کرتے تھے اس میں عجیب روحانی لطف ہوتا تھا جسے زبان وقلم سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7336

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَابَقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْخَيْلِ فَأُرْسِلَتِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنْهَا وَأَمَدُهَا إِلَى الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَالَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ أَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دوڑ کرائی جو گھوڑے مقابلہ کے لیے تیار کردہ تھے انھیں دوڑ کے لیے چھوڑا گیا تو ان کے دوڑنے کا میدان مقام حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک تھا اور جو تیار شدہ نہ تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک تھی، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

فوائد:

گھوڑوں کے تیار شدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں کچھ مدت کے لیے خوب چارہ کھلایا جاتا پھر ان پر جُل ڈال کر ان کا چارہ آہستہ آہستہ کم کیا جاتا تاکہ ان کا موٹاپن ختم ہو جائے اور ان میں مضبوطی اور چستی آ جائے۔ اس قسم کے گھوڑے بہت دوڑتے ہیں اس لیے ان کے دوڑنے کی مسافت زیادہ رکھی جاتی اور غیر تیار شدہ گھوڑوں کی مسافت کم ہوتی تھی۔ حفیاء ایک مقام ہے جو ثنیۃ الوداع سے پانچ چھ میل پر ہے اور ثنیۃ الوداع ایک گھاٹی ہے جہاں تک لوگ اپنے مہمانوں کو الوداع کہنے کے لیے جاتے تھے۔ مقام حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک کا میدان بھی تاریخی عظمت کا حامل ہے کیونکہ عہد رسالت میں وہاں گھوڑوں کی دوڑ کرائی جاتی تھی تاکہ وہ جہاد میں کام آئیں۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7337

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى وَابْنُ إِدْرِيسَ وَابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

فوائد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منبر پر کھڑے ہو کر شراب کے متعلق خطبہ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ لوگو! اللہ کی طرف سے شراب کی حرمت نازل ہوئی تھی جسے اس وقت پانچ چیزوں سے تیار کیا جاتا تھا، یعنی کھجور، انگور، شہد، گندم اور جو سے بنائی جاتی تھی اور خمر ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ [1]

امام بخاری نے صرف ان الفاظ کو بیان کرنے پر اکتفا کیا جن کی ضرورت تھی اور وہ منبر شریف کا تذکرہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے اس مقصد کے لیے استعمال کیا جس کے لیے رسول اللہ ﷺ اسے استعمال کرتے تھے۔

حدیث نمبر: 7338

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ خَطِيبًا عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے منبر شریف پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

---

[1] صحیح بخاری، التفسیر: ٤٦١٩۔

Marfat.com

فوائد:

اس حدیث میں بھی منبر نبوی کی عظمت کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اہم کاموں کے لیے منبر کو استعمال کرتے اور اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تاکہ تمام لوگوں کو اس کا علم ہو جائے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ منبر نبوی ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک بلا کم و کاست باقی رہا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی تھی، بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ منبر نبوی ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بھی دیر تک اپنی اصلی حالت پر قائم و دائم رہا۔[1]

منبر نبوی کی عظمت کا کیا کہنا مگر صد افسوس کہ دشمنانِ اسلام نے اس منبر کی عظمت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین بھی اس منبر پر کی تھی۔ العیاذ باللہ

حدیث نمبر:7339

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ أَنَّ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَدْ كَانَ يُوضَعُ لِي وَلِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَذَا الْمِرْكَنُ فَنَشْرَعُ فِيهِ جَمِيعًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میرے لیے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ بڑا برتن رکھا جاتا تھا اور ہم دونوں اس میں سے اکٹھے غسل کرتے تھے۔

فوائد:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے جسے "فرق" کہا جاتا تھا۔[2]

---

[1] فتح الباری، ص ۳۸۰، ج ۱۳۔
[2] صحیح بخاری، الغسل: ۲۵۰۔

Marfat.com

وہ برتن بھی تاریخی حیثیت کا حامل تھا جس میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکٹھے غسل کرتے تھے۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس سے پانی کی مقدار بیان کرنا مقصود ہے جو غسل کے وقت بیوی خاوند دونوں کو کافی ہو۔ [1]

حدیث نمبر: 7340

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ، حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْأَنْصَارِ وَقُرَيْشٍ فِي دَارِي الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار اور قریش کے درمیان میرے گھر میں بھائی چارہ کرایا تھا جو مدینہ طیبہ میں ہے۔

فوائد:

انصار اور قریش کے درمیان ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ تھا، اسلام میں اس عقد حلف کی ممانعت ہے جو قتل و غارت کے لیے ایک دوسرے کی موافقت پر ہو۔ اس حدیث میں بھائی چارے کا ذکر ہے جسے اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔ امام بخاری اس حدیث سے اس گھر کی عظمت بیان کرنا چاہتے ہیں، جس میں یہ معاہدہ ہوا تھا۔

حدیث نمبر: 7341

وَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبائل بنی سلیم کے خلاف ایک مہینہ بھر قنوت کی جس میں ان کے لیے بددعا تھی۔

فوائد:

اس حدیث میں قبائل بنی سلیم پر بددعا کرنے کا ذکر ہے وہ بدباطن غدار تھے جنھوں نے چند قراء کو دھوکے سے اپنے پاس بلایا پھر انھیں شہید کر ڈالا تھا۔ واضح رہے کہ ان کے درمیان بھی معاہدہ تھا لیکن انھوں نے عہد شکنی کی اور صحابہ کو شہید کیا۔ [2]

---

[1] فتح الباری، ص ۳۸۰، ج۱۳۔ [2] صحیح بخاری، الوتر: ۱۰۰۲۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7342

حَدَّثَنِي أَبُوْ كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَسْقِيَكَ فِيْ قَدَحٍ شَرِبَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدٍ صَلَّى فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَسَقَانِيْ سَوِيْقًا وَأَطْعَمَنِيْ تَمْرًا وَصَلَّيْتُ فِيْ مَسْجِدِهِ.

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں مدینہ طیبہ آیا تو مجھے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ملے انھوں نے کہا تم میرے گھر چلو میں تمھیں اس پیالہ سے پانی پلاؤں گا جس میں رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا تھا اور اس مسجد میں نماز پڑھو گے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا تو انھوں نے مجھے ستو پلائے اور کھجوریں کھلائیں نیز میں نے ان کی مسجد میں نماز بھی ادا کی۔

فوائد:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اہل کتاب یہود کے ایک زبردست عالم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں جنت کی بشارت دی تھی۔ حدیث میں اس پیالے کا ذکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا تھا اور اس مسجد کا بھی بیان ہے جہاں آپ نے نماز ادا کی تھی، ان دونوں کو تاریخی عظمت حاصل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے تاریخی مقامات دیکھنے سے وہاں شکرانہ کے طور پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

حدیث نمبر:7343

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ حَدَّثَهُ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّيْ- وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ- أَنْ صَلِّ فِيْ هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ

Marfat.com

وَقُلْ: عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ)) وَقَالَ هَارُوْنُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: ((عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ))

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا جب کہ آپ وادی عقیق میں تھے، اس نے کہا آپ اس بابرکت وادی میں نماز پڑھیں اور کہیں کہ میں عمرہ اور حج دونوں کی نیت کرتا ہوں۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ عمرہ حج میں داخل ہے۔

فوائد:

عقیق، مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک میدانی علاقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کے نویں سال حج کے لیے روانہ ہوئے جب اس میدان میں پہنچے تو آپ نے یہ حدیث بیان کی۔ اس حدیث میں وادی عقیق کے مبارک ہونے کا ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس میدان کی عظمت بیان کرنے کے لیے اسے یہاں بیان کیا ہے، اس کے متعلق جملہ تفاصیل کتاب الحج میں گذر چکی ہیں۔

حدیث نمبر: 7344

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: وَقَّتَ النَّبِيُّ ﷺ قَرْنًا لِأَهْلِ نَجْدٍ وَالْجُحْفَةَ لِأَهْلِ الشَّأْمِ وَذَا الْحُلَيْفَةِ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: سَمِعْتُ هٰذَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَلَغَنِي: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ)) وَذُكِرَ الْعِرَاقُ فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ عِرَاقٌ يَوْمَئِذٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے لیے مقام قرن، اہل شام کے لیے مقام جحفہ اور اہل مدینہ کے لیے مقام ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ تو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا

Marfat.com

ہے البتہ مجھے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اہلِ یمن کے لیے یلملم میقات ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے عراق کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس وقت عراق نہیں تھا۔

فوائد:

رسول اللہ ﷺ کے دور میں عراق کسریٰ کے قبضہ میں تھا، وہاں کے لوگ مسلمان نہیں تھے اس لیے آپ نے عراق کے لیے کوئی میقات مقرر نہیں کی۔ اس وقت شام وغیرہ کے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اس لیے ان کا میقات مقام جحفہ مقرر کیا۔ حدیث میں ہے کہ جب کوفہ اور بصرہ فتح ہوئے تو وہاں کے باشندے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انھوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو میقات مقرر کیا ہے جو ہمارے راستہ سے بہت دور پڑتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بالمقابل مقام ذاتِ عرق کو اہل عراق کے لیے میقات مقرر فرمایا۔[1]

بہر حال اس حدیث میں ان مقامات کی عظمت کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے اسے یہاں بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر:7345

حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کو ایک خواب دکھایا گیا جب کہ آپ مقام ذوالحلیفہ میں محوِ استراحت تھے، آپ سے کہا گیا آپ بابرکت وادی میں ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، الحج، ۱۵۳۱۔

Marfat.com

فوائد:

ذوالحلیفہ بھی ایک بابرکت وادی ہے، جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، امام بخاری نے اس عنوان کے تحت جو احادیث بیان کی ہیں ان سے مدینہ طیبہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔اس کی فضیلت میں تو کوئی شک نہیں ہے وہاں وحی اترتی رہی۔رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک ہے اور مسجد نبوی میں جنت کے باغیچوں سے ایک باغیچہ بھی ہے۔البتہ اس موضوع پر کلام کی جاسکتی ہے کہ مدینہ کے علماء دوسرے علماء سے مقدم ہیں؟ اگر یہ مقصود ہو کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اہل علم کا اجماع دوسرے علماء سے مقدم ہے تو اسے مانا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ دعویٰ ہو کہ ہر زمانہ میں مدینہ کے علماء دوسرے مقام کے علماء سے مقدم ہوں تو یہ محلِ نظر ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین کے زمانہ کے بعد مدینہ میں ایک بھی عالم ایسا نہیں ہوا جو دوسرے ملکوں کے علماء کے برابر علم رکھتا ہو چہ جائیکہ دوسرے علماء سے بڑھ کر ہو بلکہ اب تو مدینہ طیبہ میں ایسے ایسے بدعتی اور بدطینت لوگ جارہے ہیں جن کی بدنیتی اور خباثت میں کوئی شک نہیں ہے۔[1]

سعودی حکومت کے قائم ہونے کے بعد وہاں علم کی خوب خوب آبیاری ہورہی ہے وہاں دینی جامعات قائم کی گئی ہیں جہاں علم دین پڑھایا جاتا ہے۔راقم الحروف بھی ان جامعات کا فیض یافتہ ہے۔(کثر اللّٰہ اَمْثَالَهَا و ادامها و شرفها)

---

[1] فتح الباری، ص ۳۸۲، ج۱۳۔

Marfat.com

باب 17

ارشاد باری تعالیٰ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔'' [1]

وضاحت:

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے اور سر بھی زخمی ہو گیا، آپ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے اور فرماتے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا اور اگلے دانت توڑ دیے۔ حالانکہ وہ انھیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا تو اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [2] چنانچہ اس موقع پر آپ نے چند نامور مشرکین کے نام لے کر انھیں بددعا دی۔ چند ہی روز گذرے تھے کہ جن مشرکین کے خلاف آپ نے بددعا کی تھی انھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا اور اسلام کے جانباز سپاہی بنا دیا۔ [3]

حدیث نمبر: 7346

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، قَالَ: ((اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا)) فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اے اللہ! ہمارے رب

---

[1] آل عمران: ۱۲۸۔ [2] صحیح مسلم، الجهاد: ۱۷۹۱۔

[3] صحیح بخاری، المغازی، ۴۰۷۰۔

Marfat.com

تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں یعنی آخری رکعت میں پھر کہتے اے اللہ! فلاں اور فلاں کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ''آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں، اللہ ان کی توبہ قبول کر لے یا عذاب دے بلاشبہ وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'' [1]

فوائد:

اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے معاملات اور ان کے متعلق فیصلے کرنا صرف میرے ہاتھ میں ہیں، میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، کافروں کو توبہ کی توفیق دوں یا انھیں دنیا میں سزا دوں یا آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار کروں، یہ سب میرے اختیار میں ہے۔ امام بخاری نے اسے کتاب الاعتصام میں اس لیے پیش کیا ہے کہ اگر انھیں ایمان کا یقین ہوتا تو اس لعنت زدگی سے بچ جاتے تھے۔ یہ آیت ایک دوسری آیت کے ہم معنی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [2]

''انھیں ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ کفار کو بالفعل ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں، آپ کے ذمے صرف ان کی راہنمائی کرنا ہے، ان کو مطلوب تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] آل عمران: ۱۲۸۔ [2] البقرۃ: ۲۷۲۔

Marfat.com

باب 18

ارشاد باری تعالیٰ ''انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے'' [1]

''نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر احسن طریقہ سے۔'' [2]

وضاحت:

یہ عنوان دو آیات پر مشتمل ہے ایک آیت میں انسان کے جھگڑالو پن کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں اہل کتاب سے باحسن طریقہ مجادلہ کرنے کا بیان ہے یعنی انھیں دین کی دعوت دی جائے اور اس کا انکار کرنے پر انھیں تنبیہ کی جائے۔ ان کے ایمان کی امید رکھی جائے، اگر وہ کفر پر قائم رہیں تو ان کے خلاف تلوار اٹھائی جائے۔

حدیث نمبر: 7347

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ: ((أَلَا تُصَلُّوْنَ؟)) فَقَالَ عَلِيٌّ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَالَ لَهُ ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُدْبِرٌ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ [يُقَالُ:] مَا أَتَاكَ لَيْلًا فَهُوَ طَارِقٌ وَيُقَالُ: الطَّارِقُ: النَّجْمُ وَ الثَّاقِبُ: الْمُضِيْءُ يُقَالُ: أَثْقِبْ نَارَكَ لِلْمُوْقِدِ.

---

[1] الكهف: ٥٤۔ [2] العنكبوت: ٤٦۔

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ان کے پاس اور سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے تو ان سے فرمایا تم نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری ارواح اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب ہمیں اٹھانا چاہے گا تو اٹھیں گے، جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور انھیں کچھ جواب نہ دیا پھر انھوں نے آپ سے سنا جب آپ اپنی پشت پھیر کر واپس جا رہے تھے اور اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتے تھے، انسان تو بہت ہی جھگڑالو ہے۔

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا" جو رات کے وقت تیرے پاس آئے وہ طارق ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طارق ستارہ ہے ثاقب کا معنی ہے روشن کرنے والا آگ سلگانے والے کو کہا جاتا ہے آگ روشن کردو۔

فوائد:

اس حدیث کی عنوان کے پہلے جزو سے مطابقت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی رغبت دلائی کہ اٹھ کر اپنے عزم وارادہ سے نماز پڑھیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قضا وقدر کا سہارا لیا جیسا کہ عام طور پر عمل نہ کرنے والا بہانے سازی کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بر موقع بہانہ سازی سن کر تعجب کرتے ہوئے واپس ہو گئے۔ پھر نیند کا بھی غلبہ تھا، زیادہ سختی اس لیے نہیں کی کہ نماز تہجد فرض نہ تھی۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کر کے نماز پڑھتے تو اچھا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قول یا فعل سے دفاع کرنا انسان کی فطرت ہے۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف غلبہ نیند کے باعث ترک قیام سے عذر خواہی کی تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غفلت شعار انسان کو یاد دلانا مشروع ہے کیونکہ غفلت انسان کی گھٹی میں شامل ہے۔ کتاب الاعتصام سے اس حدیث کا تعلق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں بہتر یہی تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر عمل کر کے نماز پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے، مامور بہ کی بجا آوری کے خلاف اس طرح کی حجت بازی کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7348

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((انْطَلِقُوْا إِلَى يَهُوْدَ)) فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَنَادَاهُمْ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ! أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا)) فَقَالُوْا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَقَالَ: (([ذٰلِكَ] أُرِيْدُ أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا)) فَقَالُوْا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((ذٰلِكَ أُرِيْدُ)) ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ: ((اعْلَمُوْا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَأَنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ایک دفعہ ہم مسجد میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہودیوں کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے، جب ہم ان کے مدرسہ "بیت المدراس" پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر انھیں آواز دی اور فرمایا: اے یہودیوں کی جماعت! مسلمان ہو جاؤ تو سلامتی سے رہو گے، انھوں نے کہا اے ابا القاسم! آپ نے تبلیغ کر دی، رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا میں یہی چاہتا ہوں کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو سلامتی سے رہو گے، انھوں نے کہا اے ابا القاسم! آپ نے پیغام پہنچا دیا، پھر آپ نے فرمایا میں یہی چاہتا تھا پھر آپ نے تیسری بار یہی بات کہی اور فرمایا یقین کرو کہ ساری زمین تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تمھیں اس زمین سے جلاوطن کر دوں لہٰذا تم میں سے اگر کوئی اپنی جائیداد کے عوض میں کوئی قیمت پاتا ہو تو اسے فروخت کر دے بصورت دیگر یقین کر لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے (تمھیں یہ زمین چھوڑنا ہو گی)

Marfat.com

فوائد:

بیت المدراس یہودیوں کا دار العلوم تھا جہاں وہ تورات کو پڑھا پڑھایا کرتے تھے۔

امام بخاری نے قائم کردہ عنوان کے دوسرے جزو سے اس کی مطابقت کی ہے وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو تبلیغ فرمائی اور انھیں بار بار اسلام کی دعوت دی، انھوں نے صرف یہ جواب دیا کہ آپ نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے لیکن آپ کی بات کو نہ مانا اور آپ کی اطاعت پر یقین نہ کیا۔ آپ کا بار بار انھیں دعوت دینا، اچھا مجادلہ ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے بالآخر جب وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا حکم نامہ جاری کر دیا اور وہاں سے انھیں جلاوطن کر دینے کا حکم دیا کیونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اچھے مجادلہ کا جواب بُرے مکابرہ سے دیا تھا، واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب 19

ارشاد باری تعالیٰ "ہم نے اسی طرح تمھیں معتدل امت بنا دیا ہے۔" ۞

رسول اللہ ﷺ نے جس جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، اس سے مراد اہل علم کی جماعت ہے۔

وضاحت:

جماعت سے مراد ہر زمانہ میں اہل حل وعقد ہیں، جس میں اہل علم شامل ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مکلف انسان اس جماعت کی پیروی کرے جس پر مجتہدین کا اجماع ہو، اگر دنیا دار اور احکام شریعت سے عاری لوگ کسی بات پر اتفاق کرلیں تو اس کا ماننا ضروری نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ہاں اسمبلیوں کا حال ہے۔

حدیث نمبر:7349

حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((يُجَاءُ بِنُوْحٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ يَا رَبِّ! فَتُسْأَلُ أُمَّتُهُ هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: مَا جَاءَنَا مِنْ نَذِيْرٍ فَيُقَالُ: مَنْ شُهُوْدُكَ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ)) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((فَيُجَاءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُوْنَ)) ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا﴾ قَالَ: عَدْلًا ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ

۞ البقرة: ١٤٣۔

Marfat.com

الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [البقرة: ١٤٣] وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کیا تم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے ہاں اے ہمارے رب! پھر ان کی امت سے سوال کیا جائے گا کیا انھوں نے تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے نوح علیہ السلام تمھارے گواہ کون ہیں؟ وہ عرض کریں گے حضرت محمد ﷺ اور اس کی امت میرے گواہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تمھیں لایا جائے گا اور تم لوگ ان کے حق میں گواہی دو گے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [1] ''اس طرح ہم نے تمھیں معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر حق کی گواہی دو اور رسول تمھارے حق میں گواہی دے۔''

وسط سے مراد معتدل امت ہے۔

جعفر بن عون نے حضرت اعمش سے انھوں نے ابوصالح سے انھوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

فوائد:

ہم لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام یا اس کی امت کو نہیں دیکھا ہے مگر قیامت کے دن یقین کے ساتھ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا، کیونکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتانے پر اس حقیقت کا پتہ چلا ہے۔ جو بات تواتر کے ساتھ سنی جائے وہ دیکھی ہوئی چیز کی طرح ہوتی ہے اور اس کے متعلق گواہی بھی دی جا سکتی

---

[1] البقرة: ١٤٣۔

Marfat.com

ہے۔مثلاً ایک شخص کا بیٹا ہے اور سب لوگوں کو اس کا پتہ ہو تو وہ اس کے متعلق گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے حالانکہ کسی نے اس کو پیدا ہوتے ہوئے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے۔اس آیت کریمہ سے بعض حضرات نے حجیت اجماع کو ثابت کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت وسط ''یعنی عدل پسند'' فرمایا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ساری امت کا اجماع کسی باطل یا ناحق چیز پر ہو جائے۔

امام بخاری نے عنوان میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ آیت کریمہ میں اس امت مرحومہ کا وصف ''وسط'' بیان ہوا ہے۔اس سے مراد ان کا عدل پسند ہونا ہے اس لیے اہل جہالت اور اہل بدعت قطعاً اس وصف کے لائق نہیں ہیں۔معلوم ہوا کہ اس سے مراد حقیقی اہل سنت و جماعت ہے اور وہ حقیقی علم شرعی کے حاملین ہیں۔احادیث میں جماعت سے چمٹے رہنے کا حکم ہے۔

شارح بخاری ابن بطال نے کہا ہے کہ اس عنوان سے مراد جماعت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کی ترغیب ہے۔واللہ اعلم۔[1]

---

[1] فتح الباری، ص ۳۸۷، ج ۱۳۔

Marfat.com

باب 20

جب کوئی کارندہ یا حاکم اجتہاد کرے اور لاعلمی میں حکمِ رسول کے خلاف کرجائے تو اس کا فیصلہ مردود ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو کوئی ایسا عمل کرے جس کے متعلق ہمارا کوئی حکم نہیں تھا تو وہ عمل مردود ہے۔

وضاحت:

کچھ لوگ قاضی کے فیصلے کو ہر حال میں نافذ اور برحق قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری نے اس موقف کی تردید کے لیے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ اگر اس کا فیصلہ حق کے خلاف ہے تو وہ مردود ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "جو کوئی ایسا عمل کرے جس کے متعلق ہمارا کوئی حکم نہ تھا وہ مردود ہوگا۔" [1]

حدیث نمبر: 7350، 7351

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَأَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ وَاسْتَعْمَلَهُ عَلَى خَيْبَرَ فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟)) قَالَ: لَا وَاللَّهِ! يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا لَنَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((لَا تَفْعَلُوا وَلَكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ أَوْ بِيعُوا هَذَا وَاشْتَرُوا بِثَمَنِهِ مِنْ هَذَا وَكَذَلِكَ الْمِيزَانُ)).

---

[1] صحیح مسلم، الاقضیہ: ۱۷۱۸۔

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی عدی کے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا تو وہ بہت عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اس طرح کی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، یا رسول اللہ! ہم اس قسم کی عمدہ کھجور کا ایک صاع ردی کھجور کے دو صاع کے عوض خرید لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا نہ کرو بلکہ برابر برابر میں خریدو، یا ردی کھجور نقد فروخت کرو پھر یہ عمدہ کھجور اس قیمت کے عوض خرید کرو، وزنی اشیاء کی خرید و فروخت بھی اسی طرح کیا کرو۔

فوائد:

امام بخاری نے اس عنوان سے ملتا جلتا ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے: ''جب کوئی حاکم اہل علم کے خلاف یا ظلم پر مبنی فیصلہ کرے تو وہ مردود ہے'' [1]

یہ تکرار نہیں ہے۔ گذشتہ عنوان اجماع کے خلاف اور مذکورہ عنوان سنت کے خلاف فیصلہ کو رد کرنے سے متعلق ہے۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی نے سنت کے خلاف فیصلہ کیا ہے خواہ وہ جہالت یا غلطی کی وجہ سے ہو تو حق واضح ہونے کے بعد اس سے رجوع ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کتنے فیصلے ایسے ہیں کہ حق معلوم ہونے کے بعد انھوں نے رجوع کیا اور اپنے غلط موقف سے دستبرداری اختیار کی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ صحابی نے اجتہاد کیا اور ردی کھجوریں دے کر مقدار میں کم عمدہ کھجوریں لے لیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فعل کو غلط قرار دیا لیکن اجتہاد کی وجہ سے اسے معذور خیال کیا ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوہ یہ تو عین سود ہے، ایسا کام آئندہ مت کرنا، یعنی آپ نے اس کے کام کو برقرار نہیں بلکہ اسے غلط کہہ کر مسترد کر دیا۔ [2]

---

[1] کتاب الاحکام باب نمبر ۳۵۔ [2] فتح الباری، ص ۳۸۹، ج ۱۳۔

Marfat.com

باب 21

حاکم جب اجتہاد کرے خواہ غلط ہو یا صحیح تو اس کے ثواب کا بیان

حدیث نمبر: 7352

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ الْمَكِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُسْرِ ابْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ))

قَالَ: فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ أَبَا بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ فَقَالَ: هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ اگر صحیح ہو تو دوگنا ثواب ملتا ہے اور اگر فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک ثواب ہوتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث ابوبکر بن عمرو بن حزم سے بیان کی تو انھوں نے کہا مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے اسی طرح بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔عبدالعزیز بن المطلب نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے ان سے

Marfat.com

ابوسلمہ نے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح بیان کیا۔

فوائد:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کو تلاش کرنے میں اگر خطا ہو جائے تو تلاش حق کا ثواب ضائع نہیں ہوگا، یہ اس صورت میں ہے جب مجتہد تلاشِ حق کے وقت دانستہ طور پر نص صریح یا اجماع امت کی خلاف ورزی نہ کرے، اگر اس نے دانستہ طور پر خلاف ورزی کی ہے تو گنہگار بھی ہوگا اور اس کی عدالت بھی جاتی رہے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر قاضی کو مجتہد ہونا چاہیے، مقلد کی قضا جائز نہیں ہے، کیونکہ مقلد آدمی اپنے امام کے قول کو اختیار کرتا ہے، وہ اس خول سے باہر نہیں نکلتا، جب کہ دلیل معلوم ہو جانے کے بعد اس کی پیروی ضروری ہے خواہ وہ اس کے امام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے مقلدین کی مذمت کی ہے جو حق اور دلیل معلوم ہو جانے کے بعد بھی آبائی تقلید پر جمے رہتے ہیں، ایسا کرنا صریح جہالت اور واضح ناانصافی ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب 22

اس شخص کی تردید جو کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے احکام ہر ایک کو معلوم تھے۔

جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی مجالس سے غائب رہتے، اس لیے کہ انھیں امورِ اسلام سے آگاہی نہ ہوتی تھی۔

وضاحت:

کچھ حضرات کا موقف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے احکام اور سنن ونوافل متواتر ہیں اور جو نقل متواتر سے منقول نہ ہوں ان پر عمل واجب نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے ان کی تردید کی ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی مجالس علمیہ سے غائب ہوتے تھے انہیں بے شمار مسائل کا علم نہیں ہوتا تھا جبکہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے انھیں مسائل کا علم ہوتا اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے احکام معلوم کرتے پھر ان پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

حدیث نمبر: 7353

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ،قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُوْ مُوْسَى عَلَى عُمَرَ فَكَأَنَّهُ وَجَدَهُ مَشْغُوْلاً فَرَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ؟ ائْذَنُوْا لَهُ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا نُؤْمَرُ بِهَذَا قَالَ: فَأْتِنِي عَلَى هَذَا بِبَيِّنَةٍ أَوْ لَأَفْعَلَنَّ بِكَ فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوْا: لَا يَشْهَدُ

Marfat.com

إِلَّا أَصْغَرُنَا فَقَامَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ فَقَالَ: قَدْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِهٰذَا فَقَالَ عُمَرُ: خَفِيَ عَلَيَّ هٰذَا مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے انھوں نے کہا حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی کام میں مصروف پاکر آپ جلدی سے واپس چلے گئے، فراغت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں نے ابھی ابھی حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز نہیں سنی تھی؟ انھیں اجازت دے دو جب انھیں بلایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر کوئی گواہ پیش کرو کہ تمھیں یہی حکم دیا گیا ہے۔ بصورت دیگر میں تمھارے ساتھ ایسا ایسا کروں گا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ یہ سن کر انصار کی مجلس میں گئے تو انھوں نے کہا اس امر کے لیے ہمارا چھوٹے سے چھوٹا بھی گواہی دے سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے کہا ہمیں یہی حکم دیا گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم مخفی رہا کیونکہ مجھے منڈیوں میں تجارت نے مشغول کر رکھا تھا۔

فوائد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت جلیل القدر صحابی تھے، اس کے باوجود استیذان کا مسئلہ ان سے مخفی رہا، حتی کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ذریعے انھیں اس کا علم ہوا۔ جب انھیں پتہ چلا تو فوراً سر تسلیم خم کر دیا، یہ کوئی عیب بھی نہیں ہے، ہر مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث معلوم ہونے پر سر تسلیم خم کر دے چنانچہ درج ذیل امثلہ سے اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے۔

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جدہ کی میراث کا علم تھا، انھیں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ خاوند کی دیت سے بیوی حصہ پاتی ہے یا نہیں تو انھیں حدیث کے حوالہ سے حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے آگاہ کیا۔

Marfat.com

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں تھا کہ خاوند کی وفات کے بعد بیوی عدت کہاں گزارے انھیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی اور حدیث کا حوالہ دیا۔

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو جو لمبی عدت ہو اسے گزارنا ہو گی انھیں سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے اپنا واقعہ بتا کر مسئلہ سے آگاہ کیا۔

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی کے لیے روزہ رکھنے کے قائل نہ تھے انھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنا معمول بتا کر اس موقف سے رجوع کرنے پر مجبور کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے اپنے پڑوسی انصاری صحابی سے یہ طے کیا تھا کہ وہ باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرکت کریں گے، حاضری دینے والا دوسرے کو علمی مسائل سے آگاہ کرے گا۔ [1]

اس کے باوجود کچھ احادیث کا انھیں علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ

① مجوس سے جزیہ لینے اور طاعون پھیلنے کے وقت دوسری جگہ منتقل نہ ہونے کے متعلق انھیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا۔

② موزوں پر مسح کرنے کے متعلق انھیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آگاہ کیا۔

③ ہاتھ کی تمام انگلیاں دیت کے اعتبار سے برابر ہیں، ان میں چھوٹی بڑی کا فرق نہیں کیا جائے گا، اس بات کا علم انھیں عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

اسی طرح متعدد مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔ [2]

نوٹ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث کی ثقاہت اور تائید کے لیے شہادت لی تھی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خبر واحد کو قبول کرنے کے قائل نہ تھے، کیونکہ ایک آدمی کی شہادت کے باوجود بھی وہ خبر واحد ہی رہتی ہے۔ حد تواتر کو نہیں پہنچ پاتی۔

---

[1] صحیح بخاری، العلم: ۸۹۔

[2] فتح الباری، ص ۳۹۳، ج ۱۳۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7354

٧٣٥٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنَ الْأَعْرَجِ يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ إِنِّيْ كُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِيْ وَكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَشْغَلُ هُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ يَشْغَلُهُمُ الْقِيَامُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ فَشَهِدْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: ((مَنْ يَبْسُطْ رِدَائَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِيْ ثُمَّ يَقْبِضْهُ فَلَنْ يَنْسَى شَيْئًا سَمِعَهُ مِنِّيْ)) فَبَسَطْتُ بُرْدَةً كَانَتْ عَلَيَّ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ! مَا نَسِيْتُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا تم خیال کرتے ہو کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بہت احادیث بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سب نے جانا ہے بات دراصل یہ ہے کہ میں ایک مسکین شخص تھا اور پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا لیکن مہاجرین کو بازار کے کاروبار مشغول رکھتے تھے اور انصار کو اپنی زمینوں کی دیکھ بھال مصروف رکھتی تھی، ایک دن میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا کون ہے جو اپنی چادر پھیلائے رکھے یہاں تک میں اپنا کلام پورا کرلوں پھر وہ اپنی چادر سمیٹ لے اور اس کے بعد کبھی مجھ سے سنی ہوئی بات نہ بھولے۔ چنانچہ میں نے اپنے بدن کی چادر کو پھیلا دیا اللہ کی قسم! جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اس کے بعد میں نے آپ سے جو چیز بھی سنی اس کو نہیں بھولا ہوں۔

Marfat.com

فوائد:

کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پانچ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں، اس کثرتِ حدیث پر بعض لوگوں کو رشک تھا، ان کے جواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔

اس کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے غائب رہنے کی بناء پر انھیں معلوم نہ تھے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کرنے کے لیے متواتر ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو خصوصی عنایت کی وجہ سے اپنے حافظہ پر بہت اعتماد تھا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جنت میں آخری آدمی کو اس کی خواہش کے مطابق جگہ الاٹ کرے گا تو پھر فرمائے گا ''تجھے اس کے برابر مزید جگہ دی جاتی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے برابر جگہ کے بجائے دس گنا جگہ دینے کے متعلق کہا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی یاد ہے اور میں نے ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، الرقاق: ٦٥٧٤۔

Marfat.com

باب 23

رسول اللہ ﷺ کا کسی کام پر سکوت حجت ہے کسی دوسرے کا حجت نہیں ہے

وضاحت:

امام بخاری نے یہ عنوان تقریری سنت کے حجت ہونے کے لیے قائم کیا ہے، تقریری سنت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو کوئی کام کرتے دیکھا ہو لیکن اس پر کوئی اعتراض نہ کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں چند حبشی نوجوانوں کو جنگی مشق کرتے دیکھا اور اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ [1] اسی طرح آپ نے عید کے روز چند بچیوں کو اشعار گاتے ہوئے سنا تو آپ نے ان پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ [2]

تقریری سنت صرف رسول اللہ ﷺ کی حجت ہو سکتی ہے اور کسی کی نہیں شاید امام بخاری نے اس سے اجماع سکوتی کو محل نظر قرار دیا ہو، اجماع سکوتی سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو چند اہل اجتہاد علماء تو اس پر متفق ہو جائیں لیکن دیگر مجتہدین اس پر خاموشی اختیار کریں اور اثباتاً یا نفیاً اس پر کوئی تبصرہ نہ کریں، اس قسم کا اجماع احناف کے نزدیک تو حجت ہے لیکن امام مالک اور امام شافعی اسے اجماع تسلیم ہی نہیں کرتے۔ امام بخاری کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ اجماع سکوتی کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ منصب صرف رسول اللہ ﷺ کا ہے کہ کسی کام کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا بھی ایک قسم کی سنت ہے جسے محدثین نے تقریری سنت کا نام دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] صحیح بخاری، الصلاۃ: ٤٥٥۔

[2] صحیح بخاری، العیدین: ٩٤٩۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7355

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ يَحْلِفُ بِاللَّهِ أَنَّ ابْنَ الصَّائِدِ الدَّجَّالُ قُلْتُ: تَحْلِفُ بِاللَّهِ؟ قَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ ﷺ.

محمد بن منکدر رسے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، میں نے انھیں کہا تم اس بات پر اللہ کی قسم کیوں اٹھاتے ہو، انھوں نے فرمایا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات پر قسم اٹھاتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا تھا۔

فوائد:

رسول اللہ ﷺ معصوم اور خطا سے محفوظ تھے، اس لیے آپ کا کسی کام کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر ابن صیاد دجال نہ ہوتا تو آپ ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر قسم اٹھانے سے منع کرتے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد وہ دجال نہیں جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسم پر رسول اللہ ﷺ کا خاموش رہنا اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے کہ ابن صیاد بھی ان دجالوں میں سے ایک ہے جو قیامت کے قبل رونما ہوں گے لیکن دجال اکبر کے متعلق آپ کو یقین تھا کہ وہ علامات قیامت سے ہے اور اس کے قرب کے وقت ظاہر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑانا چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی دجال ہے تو اس پر تم مسلط نہیں ہو سکتے اگر یہ وہ دجال نہیں تو اس کے قتل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کے متعلق شک تھا کہ وہ دجال ہے یا نہیں، ممکن ہے کہ پہلے آپ کو یقین ہو لیکن آثار و قرائن سے بعد میں اس کے متعلق شک پڑ گیا ہو اور آپ نے اس کی تحقیق کرنا ضروری خیال کیا، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ دجال اکبر نہیں اور اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ قیامت سے پہلے آنے والے تیس دجالوں میں سے ایک۔ واللہ اعلم۔

---

[1] صحیح بخاری، ۱۳۵٤۔

Marfat.com

باب 24

وہ احکام جو دلائل سے معلوم کیے جاتے ہیں نیز دلالت کا معنی اور اس کی تفسیر کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں وغیرہ کے احکام بیان کیے پھر آپ سے گدھوں کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے درج ذیل آیت کریمہ کی طرف راہنمائی فرمائی۔

''جو ایک ذرہ برابر بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ سے سانڈھے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں خود اسے نہیں کھاتا ہوں لیکن اسے دوسروں کے لیے حرام بھی نہیں قرار دیتا، رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر سانڈہ کھایا گیا، اس سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا ہے کہ وہ حرام نہیں ہے۔

وضاحت:

قرآن وحدیث کی نصوص سے احکام معلوم کرنے کے کئی ایک طریقے ہیں، فقہاء نے عام طور پر چار طریقوں کی نشاندہی کی ہے جن کی ہم تفصیل بیان کرتے ہیں۔

① نص کی عبارت ہی اس حکم کو بیان کرتی ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ''جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔'' [2] اس نص کی عبارت سے ہی پتہ چلتا ہے کہ جھوٹی گواہی دینا حرام ہے۔ اسے ''عبارۃ النص'' کہا جاتا ہے۔

② نص کے الفاظ میں کوئی اشارہ پایا جاتا ہو جس سے کوئی دوسرا حکم ثابت ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''آپ ان سے مشورہ کریں۔'' [3]

اس عبارت میں اشارہ ہے کہ امت میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اس کی نمائندگی کرے تاکہ اس گروہ سے اہم معاملات میں مشورہ کیا جا سکے اسے اشارہ نص کہا جاتا ہے۔

---

[1] الزلزال: ۷۔ [2] الحج: ۳۰۔ [3] آل عمران: ۱۵۹۔

Marfat.com

③ ایک مسئلہ میں نص کا حکم کسی دوسرے حکم کی طرف ازخود راہنمائی کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''انھیں اف تک نہ کہو۔'' [1] اس حکم میں ایک دوسرے حکم کی راہنمائی موجود ہے کہ والدین کو مارنا پیٹنا بالاولیٰ حرام ہے اسے فقہی اصطلاح میں دلالتِ نص کہتے ہیں۔

④ نص کے الفاظ کسی ایسے معنیٰ کا تقاضا کریں کہ اسے تسلیم کیے بغیر نص کا مفہوم متعین نہ ہوسکے۔ مثلاً قرآن میں ہے ''تم پر مائیں حرام ہیں۔'' [2] اس تحریم سے مراد حرمت نکاح ہے، اسے تسلیم کیے بغیر نص کا معنی متعین نہیں ہوتا اسے فقہی اصطلاح میں اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔

امام بخاری اس عنوان سے ان احکام کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جو دلالتِ نص سے ثابت ہوتے ہیں، دلالت کا معنی یہ ہے کہ ایک حکم جس کے متعلق کوئی خاص نص نہیں اسے عمومی طور پر کس منصوص چیز کے حکم میں داخل کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کے بارے میں ارشاد فرمایا اور ایک آیت کا حوالہ دیا کہ ان کا حکم اس آیت کے عموم میں داخل ہے پھر یہ دلالت کبھی شرعی ہوتی ہے اور کبھی عقلی جیسا کہ ہم آئندہ احادیث کے فوائد میں اسے بیان کریں گے۔

امام بخاری نے عنوان میں دلالت کا معنی کے ساتھ اس کی تفسیر کا بھی ذکر کیا ہے، تفسیر کا معنی یہ ہے کہ مکلف، مامور کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تشریح کر دی جائے تاکہ وہ اس پر عمل کر سکے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث نمبر ۷۳۵۷ میں لفظ ''توضیٔ'' کی وضاحت کی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اس عنوان سے پتہ چلتا ہے کہ رائے کی دو اقسام ہیں، ایک رائے مذموم جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور دوسری رائے محمود اس سے وہ عقل و بصیرت مراد ہے جس کے ذریعے ہم رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال سے بذریعہ عبارت و اشارہ احکام و مسائل ثابت کرتے ہیں، استنباط احکام کے اصول و ضوابط اس کے تحت سرانجام پاتے ہیں، اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ علماء ظاہر کی حرفیت پسندی اور اس پر جمود بہت خطرناک چیز ہے۔ [3]

---

[1] الاسراء: ۲۹۔ [2] النساء: ۲۳۔ [3] فتح الباری، ص ۴۰۴، ج ۱۳۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7356

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ: لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِيْ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَوْ أَ نَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ وَهِيَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَلَا ظُهُوْرِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً فَهِيَ عَلَى ذٰلِكَ وِزْرٌ))وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ: ((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيْهَا إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾)). [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین طرح کے لوگوں کے لیے ہیں، ایک شخص کے لیے ان کا رکھنا باعث ثواب ہے، دوسرے کے لیے پردہ پوشی کا سبب اور تیسرے کے لیے وبال جان ہیں، جس کے لیے وہ اجر کا باعث ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے اپنا گھوڑا اللہ کے راستے میں باندھا اور اس کی رسی کو چراگاہ میں دراز کر دیا تو وہ گھوڑا جس قدر چراگاہ میں گھوم پھر کر چارہ کھائے گا وہ اس کے لیے نیکیاں ہوں گی اور اگر اس کی رسی ٹوٹ جائے وہ ایک یا دو

[1] الزلزال: ۷، ۸۔

Marfat.com

بلندیاں دوڑ جائے تو اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید بھی مالک کے لیے باعث اجر وثواب ہوگی اور اگر وہ نہر کے پاس سے گزرے اور اس سے پانی پئے جب کہ مالک نے اسے پانی پلانے کا کوئی ارادہ بھی نہیں کیا تھا تب بھی مالک کے لیے اجر وثواب کا موجب ہوگا اور جس نے اپنے گھوڑے کو اظہار بے نیازی یا اپنے بچاؤ کی غرض سے باندھا پھر اس کی گردن اور پیٹھ کے متعلق اللہ کے حق کو بھی فراموش نہیں کیا تو یہ گھوڑا اس کے لیے پردہ پوشی، یعنی اس کے لیے نہ ثواب اور نہ عذاب کا باعث ہوگا، تیسرا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کو فخر وریا کے لیے باندھتا ہے وہ اس کے لیے گناہ کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس جامع اور نادر آیت کے علاوہ کچھ نازل نہیں فرمایا ہے: ''جو کوئی ذرہ بھر بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔'' [1]

فوائد:

رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص چیز کے حکم کو عام کے تحت داخل فرمایا ہے، یہ بھی کتاب وسنت سے تمسک کی ہی ایک صورت ہے۔ ہر امر خیر کے لیے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مطلب ہے کہ جو کوئی ان گدھوں کو اللہ کی راہ میں باندھے رکھے وہ خیر کا عامل ہے اور وہ قیامت کے دن اس خیر کی جزا دیکھ لے گا اور جو کوئی فخر وریاء اور مسلمانوں سے دشمنی کے لیے انھیں باندھتا ہے وہ شر کا عامل ہے اور اپنی اس شر کی سزا قیامت کے دن پالے گا۔ گدھوں کو اپنے کام کے لیے پالنا، پھر انھیں دوسروں کو بطور تعاون دینا باعث خیر وثواب ہے جیسا کہ آیت کریمہ کا تقاضا ہے، اسے دلالتِ شرعی کہا جاتا ہے۔

---

[1] الزلزال: ۷۔

Marfat.com

حدیث نمبر: 7357

حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ ح: وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ عُقْبَةَ،قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ ابْنُ سُلَيْمَانَ النُّمَيْرِيُّ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمِّي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحَيْضِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْهُ؟ قَالَ: ((تَأْخُذِيْنَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِيْنَ بِهَا)) قَالَتْ: كَيْفَ أَتَوَضَّأُ بِهَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((تَوَضَّئِيْنَ)) قَالَتْ: كَيْفَ أَتَوَضَّأُ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((تَوَضَّئِيْنَ بِهَا)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَرَفْتُ الَّذِي يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَجَذَبْتُهَا إِلَيَّ فَعَلَّمْتُهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کیا کہ اس سے فراغت کے بعد غسل کیسے کیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مشک لگا ہوا روئی کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کر، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے کیسے پاکی حاصل کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے پاکی حاصل کر، اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سے پاکی کیسے حاصل کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے پاکی حاصل کر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کی منشا کو معلوم کر لیا چنانچہ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے وہ طریقہ سکھا دیا۔

فوائد:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل و بصیرت سے رسول اللہ ﷺ کی غرض سمجھ گئیں کہ روئی کے ٹکڑے سے وضو تو نہیں ہوتا تو اس سے آپ کی مراد یہ ہے اسے اپنے بدن پر

Marfat.com

پھیر کراس سے پاکی حاصل کرلے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کی بایں الفاظ وضاحت ہے، رسول اللہ ﷺ نے حیا کی وجہ سے منہ دوسری طرف کرلیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بتایا کہ مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے کر جہاں جہاں خون کے نشانات تھے وہاں لگا دو تا کہ نا گواری کے اثرات ختم ہو جائیں۔ [1]

سوال کرنے والی عورت کو اس بات کا علم نہ تھا کہ خون کے نشانات پر خوشبودار روئی کا ٹکڑا لگانا وضو کہلاتا ہے جب کہ اس کے ساتھ خون اور نا گواری کا ذکر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حیا داری کی وجہ سے صراحت نہ کی لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی مراد کو سمجھ لیا اور اسے بتایا جس کی رسول اللہ ﷺ نے اپنی خاموشی سے تائید کردی۔ [2]

اس قسم کی راہنمائی کو دلالت عقلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر: 7358

حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ ابْنِ حَزْنٍ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا فَدَعَا بِهِنَّ النَّبِيُّ ﷺ فَأُكِلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ فَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُتَقَذِّرِ لَهُ وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أُكِلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام حفید بنت حارث بن حزن رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو گھی، پنیر اور سانڈے بطور تحفہ پیش کیے، رسول اللہ ﷺ نے اس سانڈے کو ہاتھ نہیں لگایا جیسے آپ کو وہ پسند نہ ہو، اگر وہ حرام ہوتا تو آپ کے دستر خوان پر نہ کھایا جاتا اور نہ ہی کسی دوسرے کو کھانے کا حکم دیتے۔

---

[1] صحيح بخاری، الحيض: ٣١٤۔

[2] فتح الباری، ص ٤٠٥، ج ١٣۔

Marfat.com

فوائد:

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھی اور پنیر تو کھا لیا لیکن سانڈے کو ناپسند کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان ہدایا میں دودھ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اگر سانڈہ حرام ہوتا تو آپ کے دسترخوان پر رکھا بھی نہ جاتا۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈھے کے متعلق فرمایا میں اسے کھاتا نہیں ہوں اور نہ ہی میں اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ [3]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر رکھے ہوئے سانڈھے کھائے جب کہ رسول اللہ ﷺ انھیں دیکھ رہے تھے۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان قرائن و آثار سے اندازہ لگا لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ اسے طبعاً کھانا پسند نہیں فرمایا البتہ آپ کے سامنے اسے تناول کیا گیا۔ آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا، اگر یہ حرام ہوتا ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر رکھنے بھی نہ دیا جاتا چہ جائیکہ آپ کے سامنے اسے کھایا جاتا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو دلالت شرعیہ کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

حدیث نمبر: 7359

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ)) وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ

---

[1] صحیح بخاری، الهبة: ٢٥٧٥۔ [2] صحیح بخاری، الاطعمہ: ٥٤٠٢۔
[3] صحیح بخاری، ذبائح: ٥٥٣٦۔ [4] صحیح بخاری، الذبائح ٥٥٣٨۔

Marfat.com

قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا فَسَأَلَ عَنْهَا فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ: ((قَرِّبُوهَا)) إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا وَقَالَ: ((كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي)) قَالَ ابْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ: بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ: قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے الگ تھلگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے، اس دوران آپ کی پاس ایک تھال لایا گیا جس میں ترکاریاں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے اس میں بُومحسوس کی تو ان کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ کو اس میں رکھی ہوئی سبزیوں کے متعلق بتایا گیا، آپ نے فرمایا کہ اسے صحابی کے قریب کرو جو آپ کے ہمراہ تھا چنانچہ وہ تھال اس کے قریب کیا تو اس نے دیکھتے ہی انھیں کھانا پسند نہ کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی ناگواری کو دیکھا تو آپ نے فرمایا تم اسے کھالو کیونکہ میں جس سے سرگوشی کرتا ہوں تم اس سے نہیں کرتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں ترکاریاں تھیں۔ لیث اور ابوصفوان نے یونس سے اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن اس میں ہنڈیا کا ذکر نہیں ہے، میں نہیں جانتا ہوں کہ ہنڈیا کا ذکر حدیث میں داخل ہے یا امام زھری نے بڑھا دیا ہے۔

فوائد:

لہسن اور پیاز کے حکم میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کے کھانے سے بُو آئے، اس میں مولی، گندھنا، تمباکو، سگریٹ، تمباکو والا پان اور بیڑی وغیرہ شامل ہیں۔ نیز لہسن اور پیاز ناپختہ بدبودار حالت میں تھے۔

Marfat.com

اگر انھیں پکا کر استعمال کیا جائے تو ان کی بُو ختم ہو جاتی ہے اور نا گوار ہوا بھی جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اس کی صراحت ہے۔ [1]

امام بخاری نے اس حدیث کو بھی دلالتِ شرعی کے طور پر بیان کیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابی کو کھانے کا حکم دیا اور خود نہ کھانے کی وجہ بیان کر دی کہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سرگوشی کرتا رہتا ہوں، انہیں اس کی بو سے ناگواری اور اذیت پہنچتی ہے۔

البتہ کراماً کاتبین اس میں شامل نہیں ہیں۔ وہ تو ہر انسان کے ساتھ ہی رہتے ہیں، پھر آپ نے انھیں کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اگر یہ چیزیں حرام ہوتیں تو ان سے بالکل ہی منع کر دیتے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر: 7360

حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي وَعَمِّي، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ، أَنَّ أَبَاهُ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا بِأَمْرٍ فَقَالَتْ: أَرَأَيْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ لَمْ أَجِدْكَ قَالَ: ((إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: زَادَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ: كَأَنَّهَا تَعْنِي الْمَوْتَ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بتایا کہ انصار قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کسی چیز کے متعلق آپ سے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی حکم دیا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا۔ حمیدی نے ابراہیم بن سعد سے اس اضافہ کے ساتھ اسے بیان کیا خاتون کی مراد گویا رسول اللہ ﷺ کی وفات تھی۔

---

[1] صحيح بخاری، الاذان: ٨٥٤۔

Marfat.com

فوائد:

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو دوبارہ آنے کے متعلق کہا تو اس نے کہا اگر آپ موجود نہ ہوں تو کیا کروں، گویا اس نے آپ کے موجود نہ ہونے سے مراد آپ کی وفات لی تھی۔ [1]

امام بخاری نے اس حدیث کو دلالت عقلی کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے کہ جب اس نے یہ جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے انداز گفتگو سے معلوم کر لیا کہ وہ اس سے مراد میری موت لیتی ہے، اس لیے آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی تلقین فرمائی۔ اس میں اگرچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کی صراحت نہیں البتہ زبردست قرینہ اور واضح اشارہ ضرور ہے، چنانچہ خود امام بخاری نے اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر استدلال کیا ہے۔ [2]

آپ نے اس حدیث پر ''خلافت'' کا عنوان قائم کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا، یہ اس اشارے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے سے مراد ''نص صریح اور واضح نامزدگی'' ہے البتہ اشارات بے شمار ہیں جن کی وضاحت ہم کتاب الاحکام میں کر آئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

---

[1] صحیح بخاری، الفضائل: ۳۶۹۵۔

[2] صحیح بخاری، الاحکام: ۷۲۲۔

Marfat.com

باب 25

اہل کتاب سے دین کے متعلق مت پوچھو

وضاحت:

مذکورہ عنوان حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا حصہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کتاب لے کر آئے جو انھیں اہل کتاب سے ہاتھ لگی تھی، اسے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا میں تمھارے پاس ایک صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں، اس لیے تم اہل کتاب سے اپنے دین کے بارے کچھ نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح بات بتائیں تم اس کی تکذیب کر دو یا وہ غلط بات بتائیں تو تم اس کی تصدیق کرو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس وقت موسیٰ علیہ السلام بھی آجائیں تو وہ بھی میری ہی اتباع کریں گے۔ [1]

اگرچہ اس روایت میں کچھ کمزوری ہے تاہم امام بخاری نے اسے عنوان میں رکھا ہے کیونکہ اس کی دوسری احادیث سے تائید ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ ممانعت ان مسائل کے متعلق ہے جن کے بارے میں ہماری شریعت میں کوئی نص نہیں، کیونکہ ہماری شریعت میں اس قدر وزن ہے کہ اگر نص موجود نہ ہو تو بھی غور وفکر کر کے مسئلہ کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ اہل کتاب سے سوال کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں ایسی باتیں جن سے ہماری شریعت کی تصدیق ہو یا سابقہ امتوں کے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہوں تو ان سے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [2]

شاید امام بخاری اس عنوان سے سابقہ شریعتوں کے احکام کے متعلق اپنا موقف بیان کرنا چاہتے ہوں۔ ہمارے ہاں ان کی چار اقسام ہیں۔

---

[1] مسند امام احمد، ص ۳۸۷، ج ۱۔ [2] فتح الباری، ص ۴۰۸، ج ۱۳۔

Marfat.com

فوائد:

❀ وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں بھی ہے اور پہلی شریعتوں میں بھی وہ احکام مشروع تھے، ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ روزہ کے متعلق ہے۔[1]

❀ وہ احکام جنھیں ہماری شریعت میں بیان تو کیا گیا ہے لیکن اس وضاحت کے ساتھ ہمارے لیے ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً سجدہ تعظیمی اور حرمت مالِ غنیمت وغیرہ۔

❀ ایسے احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر نہیں، ان احکام پر بالاتفاق عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

❀ وہ احکام جو ہماری شریعت میں تو موجود ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لیے جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے ''ہم نے ان یہودیوں پر تورات میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور اس طرح خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔''[2]

ان کے متعلق ہمارا موقف ہے کہ ایسے احکام کی تائید اگر ہماری شریعت سے ہو تو ان پر عمل کرنا مشروع ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کے جملہ احکام متعدد احادیث سے ثابت ہیں، اس لیے یہ احکام ہمارے لیے بھی مشروع ہیں، البتہ امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ اہل کتاب سے ہماری شریعت کے بارے میں معلومات لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی سابقہ شریعتوں سے ہمیں دلچسپی رکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر: 7361

وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ رَهْطًا مِنْ قُرَيْشٍ بِالْمَدِينَةِ وَذَكَرَ كَعْبَ الْأَحْبَارِ فَقَالَ: إِنْ كَانَ مِنْ أَصْدَقِ هٰؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يُحَدِّثُونَ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَإِنْ كُنَّا مَعَ ذٰلِكَ لَنَبْلُو عَلَيْهِ الْكَذِبَ.

---

[1] البقرة: ۱۸۳۔ [2] المائدہ: ۴۵۔

Marfat.com

حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے انھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ مدینہ طیبہ میں قریش کی ایک جماعت سے گفتگو کررہے تھے، انھوں نے کعب احبار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ اہل کتاب کے محدثین میں سب سے زیادہ سچے تھے جو اہل کتاب سے روایت کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم اس کے کلام میں جھوٹ پاتے ہیں۔

فوائد:

حضرت کعب احبار اہل کتاب کے علما اور فضلاء سے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان ہوئے فضلا تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق کعب احبار اہل کتاب میں سب سے زیادہ راست گو تھے لیکن اہل کتاب کے متعلق جب کوئی خبر دیتے تھے تو بسا اوقات خطا کر جاتے تھے چونکہ علما یہود نے تورات وغیرہ میں بہت تحریف کی ہے اس لیے وہ تحریف شدہ خبریں دیتے تھے، اس لیے ان کی بیان کردہ خبر جھوٹی ہوتی تھی وہ دانستہ طور پر کذب بیانی نہیں کرتے تھے، ایسے حالات میں اہل کتاب سے پوچھنے کا کیا فائدہ ہے؟ دور حاضر کے بعض روشن خیال مسلمان بھی اس حدیث کو مانتے ہیں جس کی تصدیق فرنگی تہذیب جدید سائنس یا انگریزی طب سے ہوجائے، ایسی تصدیق کا کیا فائدہ؟ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ بات کو فوراً تسلیم کیا جائے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجائے۔

حدیث نمبر:7362

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ((لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا: ﴿آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ﴾)) الْآيَةَ.[1]

---

[1] البقرۃ:١٣٦۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ہی ان کی تکذیب کرو بلکہ یوں کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری اور تمہاری طرف نازل ہوا ہے ہم اس پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

فوائد:

اہل کتاب کے بیان کردہ جن حقائق کی کتاب وسنت سے تائید ہوتی ہو ان کی تصدیق کرنا چاہیے اور جن کی قرآن وحدیث نے تکذیب کی ہے انھیں جھوٹا کہنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دیگر باتوں کی تصدیق یا تکذیب نہیں کرنا چاہیے۔ اس حدیث کی عنوان سے بایں طور مطابقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اہل کتاب کی عدم تصدیق اور عدم تکذیب کا حکم دیا۔ اس کا تقاضا ہے کہ ان سے کسی قسم کا سوال نہ کیا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ [1]

''اگر آپ کو اس میں کچھ شک ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھو جو آپ سے پہلے تورات پڑھتے تھے۔''

اس آیت سے مراد عقیدہ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے، آپ کے رسول ہونے کی بشارتیں تورات وانجیل میں موجود ہیں جو تحریف کے باوجود آج بھی موجود ہے، اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا حکم مذکورہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ [2]

---

[1] یونس: ٩٤۔ [2] فتح الباری، ص ٤٠٨، ج ١٣۔

Marfat.com

حدیث نمبر:7363

حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَيْفَ تَسْأَلُوْنَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلَى رَسُوْلِهِ أَحْدَثُ؟ تَقْرَؤُوْنَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا كِتَابَ اللَّهِ وَغَيَّرُوْهُ وَكَتَبُوْا بِأَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ وَقَالُوْا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا أَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ لَا وَاللَّهِ! مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو؟ حالانکہ تمھاری کتاب جسے تم پڑھتے ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تازہ تازہ نازل ہوئی ہے نیز یہ خالص ہے اس میں کوئی آمیزش نہیں کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں بتایا ہے کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی کو بدل دیا ہے اور اس میں تغیر کر دیا ہے۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے از خود لکھا اور کہہ دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے دنیا کا تھوڑا سا مال کما لیں۔ خبردار! تمھارے پاس جو علم آیا ہے وہ تمھیں ان سے پوچھنے کے متعلق منع کرتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔

فوائد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب تو تمھارے دین کے بارے میں تم سے نہیں پوچھتے ہیں، لیکن تمھیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ تم ان سے پوچھتے پھرتے ہو؟ تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا سچا اور سُچا کلام قرآن کی شکل میں موجود ہے پھر اس کی شرح حدیث

Marfat.com

کی صورت میں تمھارے پاس ہے۔ پھر بڑی شرم کی بات ہے کہ تم ان سے پوچھو۔ بہت سے علماء نے اس حدیث کے پیش نظر تورات وانجیل اور دیگر مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ مبادا ضعیف الایمان لوگوں کا عقیدہ مزید خراب ہو جائے کیونکہ ان میں تحریف اور تبدیلی ہوئی ہے لیکن جس شخص کو یہ خطرہ نہ ہو اور اہل کتاب سے مباحثہ کرنا چاہے اور اسلام پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان کا جواب دینا مقصود ہو تو اس کے لیے بائیبل کا مطالعہ کرنا مکروہ نہیں بلکہ امید ہے کہ اللہ کے ہاں باعث اجر وثواب ہوگا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

باب 26

(احکام شرع میں) اختلاف کرنا اور جھگڑنا مکروہ ہے

وضاحت:

امام بخاری نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں باہمی اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے، اسے ثابت کرنے کے لیے انھوں نے ٹھوس اور خاموش دلائل کے انبار لگا دیے ہیں۔ قرآن وحدیث میں مختلف انداز سے اتحاد امت کی منقبت کو بیان کیا گیا ہے اور اختلاف و افتراق کی مذمت کی گئی ہے۔ کسی بھی قوم کا اس عالم ورنگ میں باوقار زندگی گزارنے کے لیے متحد و متفق ہونا انتہائی ضروری ہے مگر افسوس کہ اسلام کی واضح تعلیمات کے باوجود یہ امت مسلمہ مختلف فرقوں میں بٹ گئی اور ہر فرقہ نے اپنے اپنے انفرادی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے پوری کوشش صرف کر دی پھر مختلف گروہوں میں محاذ آرائی شروع ہو گئی۔ اس اختلاف کو برقرار رکھنے کے لیے ایک حدیث کا سہارا لیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے، اس خود ساختہ حدیث کی سند تلاش بسیار کے باوجود بھی نہیں مل سکی، علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی صحیح، ضعیف یا موضوع کسی قسم کی کوئی سند نہیں مل سکی۔ [1]

علامہ البانی مرحوم نے اس حدیث کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے۔ [2] پھر یہ حدیث بے اصل ہونے کے باوجود قرآن کریم کے بھی مخالف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔'' [3]

---

[1] فيض القدير للمناوى، ص ٢٠٩، ج١۔

[2] الاحاديث الموضوعة، ٥٨،٥٩،٦١۔ [3] الانفال: ٤٦۔

Marfat.com

مزید فرمایا کہ "ان مشرکین کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔" ❶

اللہ تعالیٰ نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ یہ لوگ اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ لوگ جن پر تیرے رب نے رحم کیا (وہ اس سے محفوظ رہیں گے)۔ ❷

جب قرآن کی صراحت کے مطابق وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا ہے اختلاف نہیں کرتے بلکہ اختلاف اہل باطل کرتے ہیں تو پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہے؟

اس مذہبی اختلاف کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مرکز اسلام بیت اللہ کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ چنانچہ نوی صدی ہجری کے اوائل میں فرج بن برقوق نامی حاکم نے وہاں چار مصلے قائم کر دیے جہاں چاروں مذاہب کے امام باری باری نماز پڑھاتے تھے یہ نادیدنی صورت حال مسلسل باقی اور قائم رہی تا آنکہ سعودی حکومت نے اس بدعتِ شنیعہ کا خاتمہ کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

افسوس کہ بعض مقلدین نے اس مسلکی اختلاف کو اس سے بھی زیادہ سنگین بنا دیا جب حنفی فقہاء نے یہ فتویٰ دیا کہ حنفی عورت کا شافعی مرد سے شادی کرنا جائز نہیں ہے البتہ شافعی عورت سے حنفی مرد شادی کر سکتا ہے۔ ❸

اس جواز کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ شافعی عورت اہل کتاب کی عورتوں کی طرح ہے۔ ❹

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کو فیصلہ کن اتھارٹی قرار دیتا ہے لیکن مسلکی اختلاف نے اس کے برعکس کیا اور تقلیدی مذہب کو اصل اور کتاب وسنت کو ثانوی حیثیت دی جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

---

❶ الروم: ٣٢،٣١۔ ❷ هود: ١١٨، ١١٩۔

❸ فتاوى بزازيه بر حاشيه عالمگيرى، ص ١١٢، ج٣۔

❹ البحر الرائق شرح كنز الدقائق۔

Marfat.com

① خریدار اور فروخت کنندہ کو خیار مجلس ایک مشہور مسئلہ ہے، امام شافعی اور محدثین کرام خیار مجلس کے قائل ہیں لیکن حنفی مسلک کے ایک ترجمان نے لکھا ہے:

حق وانصاف کا تقاضا ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے مسلک کو ترجیح حاصل ہے لیکن ہم مقلد ہیں اس لیے ہم پر اپنے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ [1]

اسے کہتے ہیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

② قرآن کریم کے تین مقامات پر یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ شیر خوار بچوں کو دو سال تک دودھ پلایا جائے لیکن مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں:

دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے، امام ابوحنیفہ جو اکثر مدت اڑھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی، جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔ واللہ اعلم۔ [2]

وہ دلیل کہاں ہے جو قرآن کے خلاف پائی جاتی ہے؟ ابھی تک وہ دستیاب نہیں ہو سکی۔

شیخ احمد سرہندی نے خواجہ محمد پارسا کی فصول ستہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ [3]

کاش! ہم کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرلیں اور اس اختلاف وانتشار کو بالائے طاق رکھ دیں۔

٧٣٦٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سَلَّامِ بْنِ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: سَمِعَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ سَلَّامًا.

---

[1] تقریر ترمذی، ص٣٦۔

[2] تفسیر عثمانی، ص ٥٤٨، سورۃ لقمان، آیت ١٤، حاشیہ نمبر ١٠۔

[3] مکتوبات اردو، ص ٥٨٥، مکتوبات ٢٨٢۔

Marfat.com

حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تمھارے دل ملے رہیں قرآن کریم پڑھو اور جب تمھارا اختلاف ہو جائے تو اس سے دور ہو جاؤ۔

ابوعبداللہ (امام بخاری) فرماتے ہیں: عبدالرحمن کا سلام سے سماع ثابت ہے۔

حدیث نمبر:7365

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ [عَلَيْهِ] قُلُوْبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ)).

[قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللَّهِ:] وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ هَارُوْنَ الْأَعْوَرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ عَنْ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھتے رہو جب تک تمھارے دل لگے رہیں اور جب اختلاف ہو جائے تو اس سے کھڑے ہو جاؤ۔

یزید بن ھارون وسطی ہارون اعور سے ان سے ابوعمران نے بیان کیا، انھوں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح بیان کیا ہے:

فوائد:

اس حدیث میں ہمیں اختلاف سے ڈرایا گیا ہے اور اس کی نحوست سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اس کی موجودگی میں قرآن کی تلاوت اور اس کی خیر و برکت سے محرومی ہو سکتی ہے یعنی جب کوئی شبہ پیدا ہو اور کسی اختلاف کا اندیشہ ہو تو اس وقت قرآت ختم کر کے قرآن سے علیحدہ ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی مراد اختلاف سے ڈرانا ہے، قرآت سے منع کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے پر امت کا اجماع ہے خواہ اسے سمجھے یا نہ سمجھے، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ

Marfat.com

اختلاف کے وقت قرآن پڑھنا حرام ہے۔آپ نے قرآن کریم کے ساتھ محبت کا حکم دیا ہے اوراس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے سامنے سپر انداز ہو جائے اور اسے اپنی زندگی کا محور قرار دے۔نیز آپ نے اختلاف سے ڈرایا ہے کیونکہ یہ تباہی اور ہلاکت کا راستہ ہے۔

حدیث نمبر:7366

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: ((هَلُمَّ! أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ)) قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: مَا قَالَ عُمَرُ: فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قُوْمُوْا عَنِّيْ)) قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آؤ، تمھارے لیے میں ایک تحریر لکھ دوں، اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس وقت تکلیف میں مبتلا ہیں، تمھارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، گھر کے لوگوں میں بھی اختلاف ہو گیا اور وہ آپس میں جھگڑنے لگے، کچھ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے قریب (لکھنے کا سامان) کر دو، وہ

Marfat.com

تمھارے لیے ایسی تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے جب کہ کچھ حضرات نے وہی بات کہی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہہ چکے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شوروغل اور اختلاف زیادہ ہوگیا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے سب سے بھاری مصیبت تو یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس نوشت لکھوانے کے درمیان اختلاف اور جھگڑا حائل ہوا۔

فوائد:

جب لوگ بار بار اصرار کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھوڑ دو، میں جس حالت میں ہوں، اس حالت سے بہتر ہوں جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو۔ [1]

اس کے بعد آپ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ، نبی کے پاس اختلاف اور تنازع کرنا اچھا نہیں۔ [2]

اگر تحریر کا معاملہ اتنا ہی ضروری ہوتا تو آپ اسے لکھوا سکتے تھے لیکن آپ نے دوبارہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جھگڑے، شوروغل اور باہمی اختلاف کو دیکھ کر اپنا ارادہ بدل دیا جو عین منشا الٰہی کے مطابق ہوا، اس کے بعد امر خلافت کے متعلق جو کچھ ہوا وہ عین اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے مطابق ہوا۔ آثار وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق کچھ تحریر کرنا تھا۔ واللہ اعلم

حدیث اور عنوان میں مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہمی اختلاف ونزاع کو پسند نہیں فرمایا۔

---

[1] صحیح بخاری، المغازی، ٤٤٣١۔

[2] صحیح بخاری، العلم: ١١٤۔

Marfat.com

باب 27

رسول اللہ ﷺ کی نہی تحریم کے لیے ہے مگر جس کی اباحت پہچانی جائے

اس طرح آپ جس کام کے کرنے کا حکم دیں (یعنی امر وجوب کے لیے مگر جب قرینہ اس کے خلاف ہو) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی بیویوں کے پاس جاؤ، جب وہ احرام سے حلال ہو چکے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ پر اس کا کرنا ضروری نہیں قرار دیا تھا بلکہ اسے صرف حلال کیا تھا، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا لیکن اس سلسلہ میں ہم پر سختی نہ کی جاتی تھی۔

وضاحت:

اس عنوان سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اصل میں امر وجوب کے لیے اور نہی تحریم کے لیے موضوع ہے مگر جہاں قرائن اور دوسرے دلائل سے معلوم ہو جائے کہ وجوب یا تحریم مقصود نہیں ہے تو وہاں امر اباحت کے لیے اور نہی کراہت کے لیے ہو سکتی ہے، احرام کی پابندی سے فراغت کے بعد آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم اپنی عورتوں سے صحبت کرو، آثار وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ امر وجوب کے لیے نہیں صرف اباحت کے لیے تھا، اس طرح عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کی نہی بھی تحریم کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے تھی، دراصل عربی زبان میں امر کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اگرچہ اس کی اصل وضع وجوب کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اقیمو الصلوۃ" [1] نماز قائم کرو، یہ امر وجوب کے لیے ہے تاہم اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو اس کے اصلی معنی سے اسے پھیرا جا سکتا ہے مثلاً جواز کے لیے: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ [2] "سحری کرتے وقت کھاؤ اور پیو۔"

---

[1] البقرة: ٤٣۔ [2] البقرة: ١٨٧۔

Marfat.com

استحباب کے لیے:

﴿ اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ ﴾ ❶

''اور جب تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

تہدید کے لیے:

﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ﴾ ❷

''جو چاہو کرو۔''

درماندگی ظاہر کرنے کے لیے

﴿ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ﴾ ❸

''اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔''

دعا کے لیے

﴿ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا ﴾ ❹

''اے ہمارے رب ہمیں صبر کی توفیق دے۔''

اس طرح اگر صیغہ نہی مطلق طور پر آئے تو تحریم کے لیے ہے جیسے:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾ ❺

''تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔''

اسے کسی قرینہ کے وقت تحریم سے پھیرا بھی جا سکتا ہے۔ مثلاً کراہت کے لیے:

﴿ لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ ❻

''ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر انھیں ظاہر کر دیا جائے تو وہ تمھیں رنجیدہ کریں۔''

دعا کے لیے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا ﴾ ❼

---

❶ البقرۃ: ۲۸۲۔ ❷ حم السجدہ: ۴۰۔ ❸ البقرۃ: ۲۳۔ ❹ الاعراف: ۱۲۶۔
❺ البقرۃ: ۲۲۱۔ ❻ المائدہ: ۱۰۱۔ ❼ آل عمران: ۸۔

Marfat.com

''اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما۔''

سب سے واضح قرینہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ امر کے صیغہ کے ساتھ آنے والا حکم جواز کے لیے ہے کہ وہ اس وقت آئے جب اس سے پہلے ممانعت رہی ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ [1]

''جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی کے متعلق درج ذیل آیت کریمہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ [2]

''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں یا انھیں کوئی المناک عذاب پہنچ جائے۔''

یہ آیت امر اور نہی دونوں کو شامل ہے اور مذکورہ وعید حرمت کے لیے ہے یعنی امر اور نہی دونوں کے لیے یہ وعید ہے امام بخاری نے اس سلسلہ میں دو واقعات کا حوالہ دیا ہے۔ ایک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا جو امتناعی حکم سے پہلے جواز تھا یہ قرینہ ہے کہ نہی کے اختتام پر جواز کے لیے ہو گا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواز کے معنی کی تائید کی ہے اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں اباحت کے بعد نہی آئی ہے جو بظاہر تحریم کے لیے ہے لیکن ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وضاحت فرما دی کہ یہ نہی تحریم کے لیے نہ تھی اور صحابی ہی اپنے رسول ﷺ کی مراد کو خوب جانتا ہے۔ [3]

حدیث نمبر: 7367

حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ؛ ح: وَقَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي

---

[1] المائدہ: ۲۔ [2] النور: ۶۳۔ [3] فتح الباری، ص ۴۱۳، ۱۳۹۔

Marfat.com

عَطَاءٌ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ قَالَ: أَهْلَلْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي الْحَجِّ خَالِصًا لَيْسَ مَعَهُ عُمْرَةٌ. قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَحِلَّ وَقَالَ: ((أَحِلُّوْا وَأَصِيبُوْا مِنَ النِّسَاءِ)) قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلَكِنْ أَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَبَلَغَهُ أَنَّا نَقُوْلُ: لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا خَمْسٌ أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا فَنَأْتِي عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيرُنَا الْمَذْيَ؟ قَالَ: وَيَقُوْلُ جَابِرٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَحَرَّكَهَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّوْنَ فَحِلُّوْا فَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ)) فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نے صرف حج کا احرام باندھا، اس کے ساتھ عمرہ کی نیت نہ تھی، رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کی چار تاریخ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ہمیں آپ نے حکم دیا کہ ہم حج کا احرام کھول دیں اور فرمایا تم حج کا احرام کھول دو اپنی بیویوں کے پاس جاؤ آپ نے بیویوں سے جماع کرنا ان پر واجب نہیں کیا تھا صرف عورتوں کو ان پر حلال کیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ہم لوگ کہتے ہیں جب ہمارے اور عرفہ کے درمیان صرف پانچ دن باقی رہ گئے ہیں تو ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی عورتوں کے پاس جائیں، اس حالت میں جب ہم عرفہ جائیں گے تو ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو گی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت دیتے تھے، اس دوران رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا تمھیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ سچا اور

Marfat.com

نیک ہوں اگر میرے پاس ھدی نہ ہوتی تو میں بھی احرام کھول دیتا جیسا کہ تم نے کھول دیے ہیں۔ لہٰذا تم پورے طور پر حلال ہو جاؤ، اگر مجھے وہ بات پہلے سے معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔ چنانچہ ہم پوری طرح احرام کھول کر حلال ہو گئے اور ہم نے آپ کی بات سُنی پھر اس کی بجا آوری کی۔

فوائد:

اس حدیث کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو بیویوں کے پاس جانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہ تھا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم ہم پر واجب نہیں کیا تھا البتہ عورتوں کو ان کے شوہروں کے لیے حلال کیا تھا کہ وہ اگر اپنی بیویوں سے جماع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یہ ان پر حرام نہیں۔ کیونکہ یہ پابندی صرف احرام کی وجہ سے تھی، جب احرام کھول دیا گیا تو پابندی بھی ختم ہو گئی اور یہ حکم پہلی حالت پر آ گیا یعنی جس طرح احرام سے پہلے بیویوں سے ہم بستری کرنا جائز تھا، اسی طرح احرام کھول دینے کے بعد بھی حکم جواز کا ہی رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو بیویوں کے پاس جانے کا حکم دیا تھا اس سے صرف حلال ہونے میں مبالغہ مقصود تھا کیونکہ بیویوں سے جماع کرنا حج کو خراب کر دیتا ہے جبکہ احرام کی دوسری پابندیاں حج کو خراب نہیں کرتی ہیں۔ اس لیے آپ نے اسے زوردار انداز میں بیان فرمایا۔

حدیث نمبر:7368

حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: ((لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً)).

حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری مرتبہ فرمایا یہ اس کے لیے جو پڑھنا چاہیے کیونکہ آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ اسے لازمی سنت بنا لیں۔

Marfat.com

فوائد:

دراصل امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی قرینہ حائل نہ ہو جو اسے وجوب سے پھیر دے اگر وہاں کوئی قرینہ صارفہ پایا گیا تو اس وقت یہ صیغہ اپنی وضع سے ہٹ کر وجوب کے لیے نہیں رہتا جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ حکم دیا کہ نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری مرتبہ فرمایا جو پڑھنا چاہے، یہ الفاظ ایک ایسا قرینہ ہے جو اس حکم کو وجوب سے پھیر رہا ہے۔ اس میں کھلا اشارہ ہے کہ مغرب سے پہلے دو نفل ادا کرنا ضروری نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود لوگ بکثرت پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو ہم سب لوگ ستونوں کی طرف دوڑتے اور دو رکعت پڑھتے، لوگ اس کثرت سے دو رکعت پڑھتے۔ اجنبی انسان گمان کرتا کہ مغرب کی جماعت ہو چکی ہے۔ [1]

حضرت مرثد بن عبد اللہ، جناب حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا یہ عجیب بات نہیں کہ ابو تمیم رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پڑھتے تھے، اس نے پوچھا، اب کیوں نہیں پڑھتے؟ فرمایا مصروفیت کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتے۔ [2]

صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی مغرب سے پہلے دو رکعت ادا فرمائی۔ [3]

امام بخاری نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے اصل میں امر وجوب کے لیے ہوتا ہے لیکن اگر کوئی قرینہ آجائے تو وجوب سے ہٹ جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے "لمن شاء" فرما کر اس وجوب کو رفع کیا۔

---

[1] صحیح مسلم، صلوۃ المسافرین: ۸۳۷۔
[2] صحیح بخاری، التہجد: ۱۱۸۴۔
[3] الاحسان لابن حبان، حدیث نمبر ۱۵۸۶۔

Marfat.com

باب 28

ارشاد باری تعالیٰ ''مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں''

وَأَنَّ الْمُشَاوَرَةَ قَبْلَ الْعَزْمِ وَالتَّبَيُّنِ لِقَوْلِهِ: ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ [آل عمران: ١٥٩] فَإِذَا عَزَمَ الرَّسُوْلُ ﷺ لَمْ يَكُنْ لِبَشَرٍ التَّقَدُّمُ عَلَى اللَّهِ وَرَسُوْلِهِ.وَشَاوَرَ النَّبِيُّ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْمُقَامِ وَالْخُرُوْجِ فَرَأَوْا لَهُ الْخُرُوْجَ فَلَمَّا لَبِسَ لَأْمَتَهُ وَعَزَمَ قَالُوْا: أَقِمْ فَلَمْ يَمِلْ إِلَيْهِمْ بَعْدَ الْعَزْمِ وَقَالَ: ((لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ يَلْبَسُ لَأْمَتَهُ فَيَضَعُهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ)) وَشَاوَرَ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ فِيمَا رَمَى بِهِ أَهْلُ الْإِفْكِ عَائِشَةَ فَسَمِعَ مِنْهُمَا حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ فَجَلَدَ الرَّامِينَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَى تَنَازُعِهِمْ وَلَكِنْ حَكَمَ بِمَا أَمَرَهُ اللَّهُ وَكَانَتِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ يَسْتَشِيرُوْنَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُوْرِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوْا بِأَسْهَلِهَا فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ.وَرَأَى أَبُوْ بَكْرٍ قِتَالَ مَنْ مَنَعَ الزَّكَاةَ فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوْا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَاللَّهِ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَابَعَهُ بَعْدُ عُمَرُ فَلَمْ

Marfat.com

يَلْتَفِتْ أَبُوْ بَكْرٍ إِلَى مَشْوَرَةٍ إِذْ كَانَ عِنْدَهُ حُكْمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَأَرَادُوْا تَبْدِيْلَ الدِّيْنِ وَأَحْكَامِهِ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ)). وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَشْوَرَةِ عُمَرَ كُهُوْلًا كَانُوْا أَوْ شُبَّانًا وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ.

مشورہ کسی کام کے مصمم ارادہ اور اس کے طے کرنے سے پہلے لینا چاہیے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جب آپ عزم کرلیں تو پھر اللہ پر توکل کریں۔ [1]

جب رسول اللہ ﷺ کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیں تو کسی بندہ بشر کو حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد کے وقت اپنے اصحاب سے مشورہ لیا کہ مدینہ طیبہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکل کر نبرد آزمائی کریں، جب آپ نے زرہ زیب تن کرلی اور باہر نکل کر لڑنا طے کرلیا تو کچھ صحابہ نے کہا کہ مدینہ میں ہی رہنا اچھا ہے۔ آپ نے ان کی بات کو درخور اعتناء خیال نہیں کیا کیونکہ آپ ایک بات طے کر چکے تھے آپ نے فرمایا جب پیغمبر تیار ہو کر زرہ پہن لے تو اب اللہ کے حکم کے بغیر اسے اتار نہیں سکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بہتان کے متعلق جو صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور ان کی رائے سنی یہاں تک صدیقہ کائنات کی برآت میں قرآن نازل ہوا تو بہتان لگانے والوں کو کوڑے مارے، حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ میں جو اختلاف رائے تھا اس کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا بلکہ آپ نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمام حکمران مباح امور میں دیانت دار اہل علم سے مشورے لیا کرتے تھے تاکہ جو کام آسان ہو اس کو اختیار کریں پھر جب ان کو قرآن وحدیث سے کوئی حکم مل جاتا تو اس کے خلاف کسی کی نہ سنتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی سب پر مقدم ہے۔

---

[1] آل عمران: ۱۵۹۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان لوگوں سے کیونکر جنگ کریں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک وہ لا الہ الا اللہ کہیں، جب انھوں نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو انھوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا، سوائے حقوق اسلام کے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنھوں نے اس امر میں تفریق کی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا ہے، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی ان کے موافق ہو گئی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود تھا کہ جو لوگ نماز اور زکوۃ میں فرق کریں اور دین کے احکام وارکان کو بدل ڈالیں ان سے لڑنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں وہی لوگ شامل تھے جو قرآن کریم کے قاری اور عالم تھے خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاں اللہ کا حکم سنتے وہاں ٹھہر جاتے، اس کے مطابق عمل کرتے، اس کے خلاف کسی کا مشورہ نہ سنتے۔

وضاحت:

امام بخاری نے کتاب الاعتصام کے آخر میں مشاورت کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا ہے، اس سلسلہ میں چند راہنما اصول بیان کیے ہیں، جنھیں ہم اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

① مشورہ صرف ایسے کاموں میں کیا جائے جن کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کتاب وسنت میں کوئی واضح حکم نہ ہو کیونکہ قرآن وحدیث کی صریح نصوص کے مقابلہ میں مشورہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہمارے پارلیمانی نظام میں یہی خرابی ہے کہ شراب کی حرمت کا آرڈیننس اس وقت جاری ہوگا، جب پارلیمنٹ اسے پاس کر لے گی پھر صدر محترم اس کی اجازت دے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے ان کے محتاج نہیں ہیں۔

② انسان کو دینی اور دنیاوی کاموں میں اپنی انفرادی رائے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا تباہی کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے لہٰذا ہر کام میں صاحب بصیرت علماء اور تجربہ کار فضلاء سے مشورہ لینا چاہیے۔

Marfat.com

③ بعض آدمی مشورہ لیتے لیتے اپنی قوت فیصلہ ختم کر بیٹھتے ہیں ایسے آدمیوں کو چاہیے کہ وہ کسی کام کا عزم اور مقصود کی وضاحت سے پہلے مشورہ کریں، پھر جب ایک کام کرنے کا مصمم ارادہ ہو جائے تو اللہ کے بھروسے اسے کر گزرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عزم پر توکل اور بھروسے کو مرتب کیا ہے۔

④ جب مشورہ کرنے کے بعد کوئی کام طے ہو جائے تو پھر کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے خلاف کوئی بات کرے یا مشورہ دے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا، جب باہر نکل کر جنگ کرنے کا عزم کر لیا گیا اور آپ نے سامان حرب ساتھ لے لیا تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ میں رہنے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے ان کی بات کو نہ مانا اور ان کی رائے کو مسترد کر دیا۔

⑤ مسلمانوں سے رائے لینے کے بعد بھی حاکم اس بات کا مجاز ہے کہ وہ ان کی بات کو مسترد کر دے کیونکہ مشورہ سے کسی کام کو آسانی سے سرانجام دینے کا راستہ کھل جاتا ہے، وقت کا حکمران مجلس مشاورت کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرنے کا پورا پورا حق رہتا ہے۔

⑥ مجلس مشاورت میں صرف ان لوگوں کو شامل کیا جائے جو امت کی اصلاح کے لیے دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہوں، صاحب علم اور تجربہ کار ہوں، گہری بصیرت کے حامل اور سوچ و بچار کی صلاحیت رکھنے والے ہوں، اس میں عمر وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ بہر حال امام بخاری نے اس سلسلہ میں راہنما اصول بتائے ہیں اور اس سلسلہ میں انھوں نے جتنی روایات کا حوالہ دیا ہے وہ سب متصل سند سے مروی ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

حدیث نمبر: 7369

حَدَّثَنَا الْأُوَيْسِيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُاللَّهِ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا قَالَتْ: وَدَعَا رَسُولَ

Marfat.com

اللّٰهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْأَلُهُمَا وَهُوَ يَسْتَشِيْرُهُمَا فِيْ فِرَاقِ أَهْلِهِ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ بِالَّذِيْ يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ: لَنْ يُضَيِّقَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَرِيْرَةَ فَقَالَ: ((هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيْبُكِ؟)) قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَمْرًا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ فَتَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِيْ وَاللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا)) فَذَكَرَ بَرَائَةَ عَائِشَةَ وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جب تہمت لگانے والوں نے ان پر تہمت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا، اس وقت واقعہ افک کے متعلق کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے پوچھا اور اپنے اہل خانہ کو جدا کرنے کے سلسلہ میں ان حضرات سے مشورہ لینا چاہا تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے وہی مشورہ دیا جو انھیں معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی پابندی تو عائد نہیں کی ہے، ان کے علاوہ عورتیں بہت ہیں، آپ اس سلسلہ میں لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے دریافت کر لیں۔ وہ آپ سے سچی بات کرے گی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا آیا تو نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے کوئی شبہ پیدا ہوتا ہو۔ انھوں نے کہا میں نے اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں دیکھی کہ وہ ایک کم عمر لڑکی ہے اپنے گھر والوں کا آٹا گوندکر سو جاتی ہے تو بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے یعنی کم عمری کی وجہ سے مزاج میں لا پروائی ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

Marfat.com

''اے مسلمانو! وہ کون ہے جو مجھے اس مرد کو سزا دینے میں معذور خیال کرے جس نے مجھے میری بیوی کے بارے میں اذیت پہنچائی ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے ان کے متعلق خیر کے علاوہ کچھ معلوم نہیں کیا ہے۔''

پھر آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ذکر فرمائی۔ اس واقعہ کو ابو اسامہ نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر: 7370

ح: وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ زَكَرِيَّا الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ: ((مَا تُشِيْرُوْنَ عَلَيَّ فِيْ قَوْمٍ يَسُبُّوْنَ أَهْلِيْ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ)) وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ: لَمَّا أُخْبِرَتْ عَائِشَةُ بِالْأَمْرِ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أَنْطَلِقَ إِلَى أَهْلِيْ؟ فَأَذِنَ لَهَا فَأَرْسَلَ مَعَهَا الْغُلَامَ وَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: {سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ}.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو جو میرے اہل خانہ کو بدنام کرتے ہیں حالانکہ مجھے ان کے متعلق کبھی کوئی بُری بات معلوم نہیں ہوئی۔ حضرت عروہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں تو آپ نے انھیں اجازت دے دی اور ان کے ہمراہ ایک غلام بھیجا، انصار میں ایک صاحب نے کہا:

''اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہمارے لیے زیبا نہیں کہ ہم ایسی باتیں زبان پر لائیں، تیری ذات پاک ہے یہ تو بہت بُرا بہتان ہے۔''

Marfat.com

فوائد:

امام بخاری نے اس مقام پر حدیث افک کو دو طریق سے بیان کیا ہے اور صرف اتنا حصہ بیان فرمایا جس سے مشورہ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ یہاں واقعہ کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف مشورہ کی افادیت بتانا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا، ان میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے محبوب اور دوسرے آپ کی دختر کے شوہر نامدار تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم تو خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی فراق اہل خانہ کا مشورہ نہیں دیا۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا عورتیں بہت ہیں۔ آپ نے مزید یہ طریقہ اختیار کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کو حضرت ام المؤمنین کی برأت کا نشان قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بات پر عمل کیا، لیکن مفارقت کے اشارہ پر توجہ نہ دی کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ بھی عدم مفارقت کی طرف تھا، البتہ حالات کی سازگاری تک کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میکے جانے کی اجازت دے دی، پھر جب وحی کے ذریعے اصل راز کھلا تو اس سلسلہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ لیا کہ اب تہمت لگانے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اشارہ دیا کہ آپ اس سلسلہ میں جو مناسب سمجھیں اسے کر گزریں۔ ہم آپ کے قول و فعل میں پورے پورے ہم نوا ہیں۔ پھر آپ نے مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم پر حد قذف جاری فرمائی۔

بہرحال ان روایات سے مشورہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو اس کا حل اللہ کی کتاب میں تلاش کرتے، اگر اس میں کوئی آیت مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے بصورت دیگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرتے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ملتی تو باہر نکل کر دوسرے مسلمانوں سے سنت کے متعلق سوال

Marfat.com

کرتے، اگر کہیں سے کوئی سراغ نہ ملتا تو اہل اسلام کو دعوت دیتے، بر سر عام اہل علم سے مشورہ کرتے، مشورہ کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے، ان کی مجلس مشاورت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنانچہ انھوں نے شراب کی حد کے متعلق مشورہ لیا جیسا کہ کتاب الحدود میں بیان ہوا ہے۔ عورت کا حمل ضائع ہو جائے تو اس جنین کی دیت کے متعلق آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے لی جیسا کہ کتاب الدیات میں اس کی صراحت ہے۔

اس طرح اہل فارس سے جنگ کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کا مشورہ کتاب الجہاد میں بیان ہوا ہے، جب آپ شام کے علاقہ میں گئے تو وہاں پہنچنے سے پہلے پتہ چلا کہ طاعون پھیلی ہے تو آپ نے مہاجرین وانصار اور اعیان قریش سے وہاں جانے کے متعلق مشورہ لیا، جس کی تفصیل کتاب الطب میں بیان ہو چکی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو ان کے پاس پہلا مقدمہ عبید اللہ بن عمر کا پیش ہوا کیونکہ انھوں نے وفور جذبات سے ہرمزان کو قتل کر دیا، انھیں گمان تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ہرمزان کا پورا پورا ہاتھ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس کی تفصیل طبقات ابن سعد میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح انھوں نے مصاحف لکھنے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اعتماد میں لیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوانے میں ہم سے بھرپور مشورہ کیا۔ [1]

الغرض امام بخاری نے متعدد روایات سے مشورہ کی افادیت کو بیان کیا ہے جو دراصل کتاب الاعتصام کا ہی ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ (آمین یارب العالمین)

---

[1] فتح الباری، ص ۴۱۸، ۴۱۹، ج ۱۳۔

Marfat.com

الجامع الصحیح البخاری

کتاب البیوع

أمیر المؤمنین فی الحدیث
محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد
شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد

اعداد وتقدیم
پروفیسر حافظ حامد حماد

ناشر
مرکز الدراسات الاسلامیہ
میاں چنوں

Marfat.com